اصلاح الظنون

فی جواب

ابن خلدون

مصنفہ

حضرت علامہ بحر العلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

و منھم امیّون لا یعلمون الکتب الّا امانیّ و ان ھم الاّ یظنّون

اصلاح الظنون

فی جواب

ابن خلدون

ALLAMA SHAMSI RESEARCH ACADEMY

(از)

حضرت علاّمہ بحر العلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ

سلسلہ مطبوعات ۔۳

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

© جملہ حقوق محفوظ بحق علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی، حیدرآباد

نام کتاب	:	اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون
مصنف	:	حضرت علامہ بحرالعلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ
طبع	:	دوم
سنہ اشاعت	:	اکتوبر ۲۰۰۲ءم شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
تعداد اشاعت	:	دو ہزار
ناشر	:	علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی حیدرآباد
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد۔ فون 4529428
طباعت	:	گرافک ڈیزائنر، منگل ہاٹ، حیدرآباد۔ فون 4607075
قیمت	:	پندرہ روپے Rs. 15/-

برائے ایصال ثواب [illegible] یداللّٰہی مرحوم و مغفورہ

[illegible]

علامہ شمسیؒ ریسرچ اکیڈمی

302، جانکی راما نواس اپارٹمنٹ، ودیانگر، حیدرآباد

فون 6588316 , 7664267

Cell: 98491 - 70775

فہرست

فصل	عنوان	صفحہ
۱	خبرمتواتر کے عدد رواۃ میں اختلاف رائے	۳
۲	راویانِ خبرمتواتر میں عدالت شرط نہیں ہے	۵
۳	خبرمتواتر کی تعریف	۸
۴	خبرمجی مہدی علیہ السلام متواتر ہے	۱۰
	ابن خلدون قائل ہے کہ خبرمجی مہدی علیہ السلام متواتر ہے	۱۱
۵	خبرمجی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر معنوی ہے	۱۲
۶	ہرجرح پرتعدیل مقدم نہیں ہے	۱۴
۷	ابن خلدون کا قول کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہوگیا ہے صحیح نہیں ہے	۱۸
۸	خبرمتواتر کوکسی شرط کے اعتبار سے جانچنے کی ضرورت نہیں ہے	۲۰
۹	ابن خلدون کے خیال میں مجروح حدیثیں اوراس کے ہراعتراض کا جواب	۲۱
۱۰	بعثت مہدی کے مسئلہ میں اصول محدثین کے خلاف مورخ کی رائے زنی اوراس کا جواب	۴۷
	ظہورمہدی کے تعلق سے شیخ اکبرمحی الدین ابن عربی کا بیان	۴۹
	ضمیمہ	
	اصطلاحات حدیث	۵۱
	تاریخ وفات ائمہ حدیث ورواۃ	۵۴

عرض حال

ساری تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ قادر مطلق ہے۔ درود و سلام خاتمین علیہما السلام پر اور ان کی آل و اصحاب پر۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ مجھے اپنے جد امجد حضرت علامہ بحر العلوم اشرف العلماء سید اشرف شمسیؒ کی تالیفات کے تحفظ و اشاعت کی توفیق و استطاعت عطا فرمائی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے "علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی" کا قیام عمل میں لایا گیا اور دو کتابیں "علامہ شمسی مشاہیر کی نظر میں" اور "رسالۃ المعراج" شائع کی گئیں۔ زیر نظر کتاب "اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون" اس اکیڈمی کے سلسلہ اشاعت کی تیسری کڑی ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن نصف صدی قبل ادارۂ شمسیہ چنچل گوڑہ حیدرآباد کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا جو اب نایاب ہے۔ دور حاضر میں اس کی افادیت کے پیش نظر اہل علم کی خواہش پر اس کو دوبارہ طباعت سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

عبد الرحمٰن ولی الدین ابن خلدون (وفات ۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء کی تالیف "مقدمہ ابن خلدون" ہر دور میں متنازعہ رہی ہے۔ اور کئی علماء نے اس کے مختلف مباحث کے جوابات تحریر کئے ہیں لیکن زیر نظر کتاب میں صرف بعثت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ضمن میں ابن خلدون کے نظریات کی تردید کرتے ہوئے مدلل جواب دیا گیا ہے کیونکہ یہ مسئلہ ملت اسلامیہ کیلئے اہمیت کا حامل ہے۔ عام قاری کی سہولت کیلئے اس کتاب کے اخیر میں شامل ضمیمہ میں بعض اصطلاحات حدیث کی مختصر تشریح اور بعض ائمہ حدیث اور راویوں کی تاریخ وفات بھی درج کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو کامیابی سے ہمکنار کرے اور ضرورت و بعثت مہدی کے تعلق سے گمراہ ذہنوں کو ہدایت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

سید یداللہ یداللہی شجیع

صدر علامہ شمسی ریسرچ اکیڈمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ! بحر العلوم علّامہ سید اشرف شمسیؒ برد اللہ مضجعہ کی اہم تالیف "اصلاح الظنون فی جواب ابن خلدون" برادرم سید نجم الدین صاحب یداللّٰہی کی سعی سے طبع ہورہی ہے۔ چونکہ ابن خلدون کے مقدمہ میں بعثتِ مہدی موعود کی احادیث کے خلاف نظریات ہیں اس لئے یقین ہے کہ متقدمین علمائے مہدویہ نے ضرور اس کا جواب لکھا ہوگا۔ لیکن مسلسل ہجرت اور جابجا سے اخراج کی وجہ سے جیسے کہ ان کا بیشمار علمی سرمایہ تباہ و ناپید ہوگیا اسی طرح اس جواب کا بھی حشر ہوا ہوگا۔ بہر حال علامہ شمسیؒ صاحب کے لئے یہ اہم کام مقدر ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے ۱۳۳۶ھ میں یہ تالیف مکمل کردی۔

یادش بخیر! علامہ کے بھتیجے سلطان الواعظین الحاج مولانا سید مرتضیٰ صاحب مرحوم نے کوئی ۱۳۴۰ھ میں اس کی طباعت شروع کردی۔ درمیان میں سوء اتفاق سے اصل کتاب گم ہوگئی اور کام رک گیا۔ بڑی تلاش کے بعد کوئی تیس سال بعد اچانک یہ کتاب علامہ شمسیؒ کے موقوفہ کتب خانہ میں مل گئی جو علامۃ العصر الحاج مولانا سید شہاب الدین صاحب مرحوم کے پاس منتقل ہوگیا ہے۔

اس کی افادیت کے پیش نظر خانِ علامہ استاذی مولانا محمد سعادۃ اللہ خاں صاحبؒ مولوی کامل متکلم نے مجلس علماء میں اس کی طباعت کی تحریک پیش کر کے منظور کروالی خود اس پر مقدمہ لکھ کر اکثر حصہ مجلس میں سنایا بھی تھا۔ افسوس کہ اب بوقت طباعت وہ مقدمہ نہ مل سکا ورنہ ضرور شاملِ کتاب ہوتا۔

علامہ شمسی صاحب نے دوسروں کے کسی جواب سے استفادہ یا استمداد کے بغیر جواب

لکھا ہے اور یہ مہدویوں کی پہلی تالیف ہے جس میں ابن خلدون کے نظریات کی تردید ہے اور ابن خلدون کا فن حدیث میں ناقص ہونا ثابت ہے۔ اس تالیف کی ایک اہمیت یہ ہے کہ امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برحق ہونے کا ثبوت زیادہ تر جن احادیثِ شریفہ سے ملتا ہے اور ان ہی احادیث سے بعثتِ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اشارات رکھنے والی قرآنی آیاتِ کریمہ کی جو تفسیر ہوتی ہے۔ ان احادیث کا صحیح وقابل اعتقاد ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔

خوش بختی سے اس اہم کتاب کی طباعت واشاعت کا انتظام علامہ شمسیؒ کے پوتے' برادرم مولوی سید نجم الدین صاحب یداللہی کے حصہ میں آیا ہے۔ اس کتاب کی بنیادی افادیت سے نہ صرف مہدوی مستفید ہوں گے بلکہ یہ علمائے اسلام خصوصاً علمائے وابستگانِ ائمہ اہل سنت کے لئے یکساں مفید ہے۔ کیونکہ ضرورت بعثتِ مہدی موعود کا مسئلہ ضروریات دین اوراعتقادیاتِ اسلام میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ علامہ شمسیؒ کو اعلیٰ علیئین میں جگہ عطا فرمائے اور برادرم موصوف کو دارین میں اجر جزیل سے سرفراز فرمائے آمین ثم آمین اور علامہ موصوف کی دیگر تالیفات بھی یکے بعد دیگرے جلد طبع ہوکر محفوظ ہوجائیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

فقیر ابوسعید سید محمود تشریف اللّٰہی

معتمد مجلس علمائے مہدویہ ہند

داعی اجماع فقرائے مہدویہ حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیاً . احادیث مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت سے محدثین نے روایت کی ہے بلکہ بعضوں نے مستقل رسالے ان احادیث میں لکھے ہیں مثلاً شیخ جلال الدین السیوطی، شیخ ابن حجر ہیتمی، ملا علی القاری وغیرہ۔ صحاح ستہ میں سے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسلم نے اپنی اپنی کتابوں میں باب المہدی لکھ کر احادیث مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذکر کیا ہے۔ مورخ ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ان احادیث کو لکھا ہے اور ان کے روایات میں جرح وتعدیل کی بحث اس انداز سے کی ہے کہ گویا مورخ نے احادیث میں مخالفانہ حیثیت سے نظر ڈالی ہے۔ اور اخیر میں بیان کیا ہے کہ ان احادیث کی تنقید کے بعد قلیل حدیثیں باقی رہ جاتی ہیں جن سے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجئ ثابت ہوتی ہے۔ ہندوستان میں جب تاریخ ابن خلدون اور اس کا مقدمہ طبع ہو کر ان لوگوں کے پاس پہنچا جو قرآن مجید کے سوائے احادیث نبوی کو اصول دین میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ اہل اسلام کے اصول اور جن پر اسلام کی بنا ہے چار ہیں۔ اول کتاب اللہ یعنی قرآن مجید دوم سنت یعنی حدیث رسول اللہ ﷺ سوم اجماع امت چہارم قیاس۔ مگر ان لوگوں کے پاس قرآن مجید کے سوائے کوئی چیز اصل دین نہیں ہے۔ اگرچہ قرآن مجید کو اصل دین تسلیم کیا ہے تاہم اس میں بھی اپنے عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور آیات ظاہرہ وصریحہ میں ایسی بے جا اور بے معنی تاویلیں کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اس سے ان کی اصلی غرض یہ ہے کہ مذہبی اصول وفروغ جس قدر ضعیف وکمزور ہوتے جائیں اور اسلامی پابندیاں جتنی گھٹتی جائیں آزادی ہوجاتی ہے۔ غرض جب ان لوگوں نے مقدمہ ابن خلدون کو پڑھا اور اس میں احادیث مجی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جرح وتعدیل پر اپنی نظر جمائی تو بہت خوش ہوگئے گویا ان کے سر سے ایک بڑا پہاڑ ٹل گیا۔ کیونکہ ان کو یہ اندیشہ تھا کہ موجودہ اسلامی اصول وفروغ ہی اتنے شدید وو زنی ہیں کہ ان کی برداشت مشکل ہوگئی ہے اور جب یہ حضرت (مہدی) تشریف لائیں تو نہیں معلوم اور کتنے احکام سناتے ہیں اور کس قدر اصول

وفروع کی مضبوط زنجیروں میں جکڑ دیتے ہیں۔ اور پھر تاویلی اوزار سے یہ بیڑیاں کٹ بھی سکتی ہیں یا نہیں خلاصہ یہ کہ اس دھڑکے سے ان کی جان بے چین تھی جب انہوں نے ابن خلدون کے مضمون میں امید سے زیادہ کامیابی دیکھی تو اس کے مضمون کے ترجمہ شروع کئے اور ان کو طبع کرا کے ہندوستان میں مشتہر کیا جن میں مولوی سید احمد خاں اور مولوی مہدی علی خاں اور مولوی احمد شفیع وغیرہ ہیں انہوں نے اس کام میں اوروں سے زیادہ دلچسپی لی۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کا علم بہت مختصر ہے ابن خلدون کے اصلی مضمون پر ایک حرف بھی بڑھا نہ سکے بلکہ جو کچھ اس نے لکھا تھا اس کو نقل کرنا ہی غنیمت سمجھا۔ مگر ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ احادیث کی تنقید محدث کا کام ہے اور مورخ کا کام تاریخ نویسی ہے اس کو منصب تنقید اور جرح وتعدیل سے کیا تعلق ہے چونکہ اس مورخ نے اپنے فرائض کے دائرہ سے باہر نکل کر تنقید احادیث کے میدان میں قدم رکھا ہے اور کہیں اپنی رائے سے بھی بے جا تنقید کی ہے راقم کو برسوں سے یہ خیال تھا کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ جب اس تالیف کا عزم کیا کچھ نہ کچھ موانع درپیش آئے یا کوئی اور ضروری تالیف میں وقت صرف ہو گیا۔ اور یوں یہ کام ادھورا رہ گیا۔ ان دنوں پھر یہ خیال ہوا کہ اس ضروری کام کو پورا کر دیا جائے۔ پس راقم نے ابتدائے ماہ ذی قعدہ ۱۳۳۶ھ سے یہ تالیف شروع کی اور باوجود ہموم اور روحانی صدمات کے آہستہ آہستہ یہ کام جاری رکھا تا آنکہ ۲۵/ شہر ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ روز چہارشنبہ کی شام میں یہ مختصر تالیف پوری ہو گئی۔ میں اپنے خدائے کارساز کا کس منہ سے شکر کروں کہ مجھ ناتواں سے جو قریباً آٹھ برس سے مرض استرخاء اعصاب میں مبتلا ہے اور اس کے سوا کالج عثمانیہ یونیورسٹی میں خدمتِ تدریس وتعلیم پر مامور اور دیگر اوقات سرکاری میں گھر پر بھی درس وتدریس میں مشغول رہتا ہے اس عظیم الشان کام کو پورا کرایا۔ یہ سب اسی کے فضل کا نتیجہ اور اسی کی تائید کا ثمرہ ہے ورنہ اس کثیر الاشغالی کے ساتھ مجھ سے مریض سے یہ تالیف ممکن نہیں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ تالیف میرے لئے ذخیرۂ آخرت ہو اور اپنے فضل وکرم سے اسکا ثمرہ مجھے پہنچائے آمین۔

واضح ہو کہ مورخ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ان حدیثوں کو نقل کیا ہے

جن کو مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مبارک میں آئمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ ان احادیث کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں جنہوں نے ان احادیث کو ضعیف ٹھہرانے میں کوشش کی ہے۔ مورخ کا یہ کلام ناقلانہ نہیں ہے بلکہ اس کی بعض تحریروں سے مدعیانہ رنگ ٹپکتا ہے۔ ہم اس جگہ مورخ کے وجوہ پر ایک نظر اجمالی ڈالتے ہیں جس سے ان وجوہ کی اصلی صورت پر روشنی پڑ جائے گی اور ثابت ہو جائے گا کہ مورخ اپنے دعوی کے اثبات میں کس قدر ناکامیاب ہے۔

مخفی نہ رہے کہ جو خبر آنحضرت ﷺ سے بہت سے راویوں نے روایت کی ہے اس طرح پر کہ جھوٹی بات پر ان کے متفق ہو جانے کا توہم نہ ہو سکے۔ اور اسی کثرت کے ساتھ پہلے اور دوسرے اور تیسرے طبقے میں بھی اس کی روایت کی گئی ہو مثل نقل قرآن اور نماز پنجگانہ کی روایت۔ اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اس سے علم ضروری حاصل ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر۔ خبر واحد وہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک یا دو یا تین صحابیوں نے اس کی روایت کی ہو۔ اس خبر سے ظن کا فائدہ ہوتا ہے اور آئمہ نے اس سے اعمال شرعی کا وجوب ثابت کیا ہے۔ عقائد کے اثبات پر اس سے استدلال نہیں ہوسکتا۔ اب ہم خبر متواتر کی چند فصلوں میں بحث کریں گے۔

فصل (۱): علماء کو خبر متواتر کے عدد رواۃ میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ اس خبر کے راوی کم از کم چار ہوں اس عدد کا قیاس انہوں نے عدد شہود زنا پر کیا ہے کیونکہ شہود زنا کا عدد چار ہی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کے راوی کم از کم پانچ ہونا چاہئے۔ امام ابوبکر باقلانی نے اس عدد اور اس سے کم کے عدد میں توقف کیا ہے مگر اس سے عدد زائد میں ان کو توقف نہیں ہے۔ مثلاً اگر کسی خبر کے راوی چھ ہوں اور پہلے اور دوسرے اور تیسرے طبقے میں اسی عدد سے اس کی روایت ہوئی ہے تو یہ خبر ان کے پاس متواتر ہے۔ بعض نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس کو سات مرتبہ دھو ڈالو۔ اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سات ایک ایسا عدد ہے کہ اس مرتبہ تک برتن دھویا جانے کے بعد اس کی طہارت کا یقین ہو جاتا ہے جب یہ عدد یقین کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے تو ان لوگوں نے خبر متواتر کے

راویوں میں بھی اس عدد کا اعتبار کر لیا۔ شیخ اصطخری نے ذکر کیا ہے کہ اس کے راوی کم از کم دس ہونا ضروری ہے کیونکہ جمع کثرت سے پہلا مرتبہ اسی عدد کا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے راوی بارہ سے کم نہ ہوں۔ اس عدد کا قیاس عدد نقبائے بنی اسرائیل پر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وبعثنا منهم اثني عشر نقيباً" (یعنی ہم نے ان میں سے بارہ نقیبوں کو مقرر کیا) اور بعض نے کہا کہ اس کے راوی بیس سے کم نہ ہوں۔ اس عدد کا قیاس اس آیت کے عدد پر کیا گیا ہے "وان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین" (یعنی اور اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں دو سو پر غالب آئیں گے) اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے راوی چالیس ہونے چاہئے اس کا قیاس مصلیان نماز کے عدد پر کیا گیا ہے کیونکہ پہلی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس صحابیوں کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی ہے بعض نے کہا ہے کہ لفظ مومنین کے عدد پر جو آیت کریمہ یاایها النبی حسبک الله و من اتبعک من المومنین (یعنی اے نبی اللہ تم کو اور ان لوگوں کو جو مومنین سے تمہاری اتباع کریں کافی ہے) میں مذکور ہے قیاس کیا ہے کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چالیس مومن تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے راوی ستر ہونا ضرور ہے کیونکہ اصحاب موسیٰ علیہ السلام ستر ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "واختار موسیٰ من قومه سبعين رجلاً لميقاتنا" (یعنی موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمی طور کیلئے انتخاب کئے) بعض نے کہا ہے کہ تین سو تیرہ آدمی ہیں اس وجہ سے کہ اصحاب بدر اتنے ہی تھے۔ حاصل یہ کہ اقوال مختلف فیہ ہیں اور جن وجوہ سے ان علماء نے استدلال کیا ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ اتنے لوگ اس خبر کے راوی ہوں کہ اس سے یقین حاصل ہو جائے چنانچہ اکثر علماء مثلاً نواوی اور علامہ آمدی و امام غزالی نے اسی بات کو پسند کیا ہے جب ہم خبر مہدی علیہ السلام میں غور کرتے ہیں تو عظیم الشان صحابہ کے ایک جم غفیر نے اس خبر کی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی اور ان اصحاب کرام سے تابعین کی ایک بڑی جماعت نے روایت کی اور پھر تبع تابعین نے اس کی روایت کی ہے بلکہ بقول مورخ ہر زمانہ میں کافۂ اہل اسلام نے اسکی روایت کی ہے تو ہمری اس تقریر اور قول مورخ کی تحریر مذکور سے خبر

بھی مہدی علیہ السلام کے متواتر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔

فصل (۲): اب بحث یہ ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین میں عدالت کی بھی شرط ہے یا نہیں اس کا بیان یہ ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین میں عدالت شرط نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے شرح تقریب نواوی میں ذکر کیا ہے۔ "**ولذالک یجب العمل به من غیر بحث فی رجاله**" (اور اسی وجہ سے اس کے رجال کی بحث کے بغیر اس پر عمل واجب ہے) اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ذکر کیا ہے" **اجد ها المتواتر و اجیب بانه لا یعتبر فیه عدالة** "(یعنی ان میں ایک خبر متواتر ہے اور جواب دیا گیا ہے کہ اس میں عدالت معتبر نہیں ہے) شیخ ابن حجر عسقلانی نے نخبتہ الفکر میں لکھا ہے" **والمتواتر لا یبحث فیه عن الرجال بل یجب العمل من غیر بحث** (یعنی خبر متواتر میں رجال سے بحث نہیں کی جاتی بلکہ اس پر بغیر بحث کے عمل واجب ہے) ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ متواتر حدیث کے راویوں کے احوال میں بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ بغیر بحث کے اس سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ ملاعلی القاری نے شرح نخبتہ الفکر میں لکھا ہے۔" **فالمدار الا صلی فی باب التواتر علی الاحالة والافادة دون اعتبار العدد والعدالة**" (یعنی تواتر کے باب میں اصلی مدار کا حوالہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے پر ہے جس میں عدد و عدالت کا اعتبار نہیں کیا جاتا) یعنی مسئلہ تواتر میں اصلی ضابطہ یہی ہے کہ مفید علم ہو اس میں عدد اور عدالت کا اعتبار نہیں ہے۔ علامہ سیف الدین آمدی نے" الاحکام فی اصول الاحکام" میں یہی رائے ظاہر کی ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین میں عدالت شرط نہیں چنانچہ متواتر کے باب میں یہ لکھا ہے۔

ذهب بعضهم الی ان شرط المخبرین ان یکونوا مسلمین عدولاً لان الکفر عرضة للکذب والتحریف والاسلام والعدالة ضابط الصدق والتحقیق فی القول ولهذه العلة اختص المسلمون بدلا له اجما عهم علی القطع ولانه لووقع العلم بتواتر خبر الکفار لوقع العلم بما اخبر النصاری مع کثرة عددهم عن قتل المسیح وصلبه وما نقلوه عنه من کلمة التثلیث وهو باطل وانا نجد

من انفسنا العلم باخبار العدد الكثير وان كانوا كفارا كما لواخبراهل قسطنطنيه بقتل ملكه وليس ذالک الا لان الكثرة مانعة من التواطوء على الكذب وان لم يكن ذلک ممتنعاً فيما دون تلک الكثرة واما الاجماع فانما اختص علماء الاسلام بالاحتجاج به للا دلة السّمعية دون الادلة العقلية كما سبق بخلاف التواتروانه لم يحصل لنا العلم بنا اخبر به النصارى من قتل المسيح وصلبه وكلمة التثليث فيجب ان يكون ذالک محالاً على عدم شرطٍ من شروط التواتر واما باختلال استواء طر فى الخبر ووسطه فيما ذكر نا من الشروط قبل . اولا نهم ما سمعوا كلمة التثليث ويجب اعتقاد ذالک نفيا للكفر عن المسيح على ما قال الله لقد كفر الذين قالو ا ان الله ثالث ثلاثه.

اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نے متواتر کے مخبروں میں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مسلمان عادل ہوں کیونکہ کفار سے جھوٹ اور تحریف بعید نہیں ہے۔ اسلام وعدالت سچائی اور تحقیق بات کے لئے ضابطہ ہیں اسی وجہ سے مسلمانوں کا اجماع قطع ویقین پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کفار کی خبر متواتر سے حصول یقین تسلیم کیا جائے تو نصاریٰ کی یہ خبر بھی قابل تسلیم ہوگی کہ مسیح علیہ السلام کو یہود نے سولی دی اور آپ کو قتل کردیا اور کلمۂ تثلیث کی بھی جو نصاریٰ سے منقول ہے تصحیح ہوجائے گی۔ علامہ آمدی کہتے ہیں کہ یہ خیال باطل ہے کیونکہ ہم ان خبروں کو سچے سمجھتے ہیں جن کے راوی بہت سارے ہوں اگر چہ وہ راوی کافر ہوں مثلاً اگر ہم اہل قسطنطنیہ سے یہ خبر سنیں کہ ان کا بادشاہ مرگیا تو ان کی اس خبر کو باور کرلیں گے اور اس خبر کا تسلیم کرنا صرف اس وجہ سے کہ بہت سارے لوگوں کا جھوٹی بات پر اتفاق کرلینا ممنوع ہے۔ اجماع کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ اجماع کا حجت ہونا نقلی ادلّہ سے ثابت ہوا ہے۔ اس پر کوئی دلیل عقلی موجود نہیں ہے بخلاف تواتر کے اس کا ثبوت عقلی دلائل سے ہے۔ پس خبر متواتر کا اجماع پر قیاس کرنا بے جا ہے

نصاریٰ کی یہ خبر کہ مسیح علیہ السلام کو سولی دی گئی اور کلمۂ تثلیث جو مسیح علیہ السلام سے مروی ہے خبر متواتر نہیں ہے کیونکہ متواتر کی شرط اس میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے

روای کثیر التعداد نہیں ہیں۔ (بلکہ خلاف بھی اخبار موجود ہیں) یا اس وجہ سے یہ خبر متواتر نہیں ہے کہ اس کے طبقہ اولی و وسطی و اخری کے رواۃ میں مساوات نہیں ہے۔

کلمۂ تثلیث اس وجہ سے مسلم نہیں ہے کہ اس کلمۂ کو انہوں نے مسیح علیہ السلام سے صراحتۂ نہیں سنا ہے شاید انہوں نے کوئی ایسا کلمہ سنا ہوگا جو تثلیث کے وہم میں ڈالا ہوگا۔ اس وجہ سے انہوں نے تثلیث کی نقل کر دی ہے اور چونکہ کلمۂ کے اعتقاد سے مسیح علیہ السلام کی تکفیر ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلاثة (یعنی وہ لوگ بلا شبہ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تین میں سے تیسرا ہے) لہذا واجب ہے کہ اس کلمہ کی نفی کی جائے۔

غرض علامہ آمدی کے پاس اس قول کا حاصل یہ ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین کیلئے عدالت شرط نہیں ہے۔ مولانا بحر العلوم نے "فاتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں لکھا ہے۔ العدالة غیر معتبرة فی التواتر (یعنی عدالت خبر متواتر میں معتبر نہیں ہے) شیخ عبد العزیز بخاری نے "کشف الاسرار شرح بزودی میں ذکر کیا ہے کہ عدالت ان شروط سے نہیں ہے جس کا جمہور نے خبر متواتر میں اعتبار کیا ہے کیونکہ اہل قسطنطنیہ سے اگر ہم کو انکے بادشاہ کی موت کی خبر ملے گی تو ہم کو ان کی خبر سے علم اور یقین حاصل ہو جائے گا" وعند العامة لیس بشرط للقطع بان اهل قسطنطنیه لو اخبروا بقتل ملکهم لحصل العلم بخبرهم وان کانوا کفاراً وفجاراً" (یعنی عام لوگوں کے پاس عدالت قطع و یقین کیلئے شرط نہیں ہے کیونکہ اہل قسطنطنیہ اگر وہ اپنے بادشاہ کے قتل کی خبر دیں تو ان کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جائے گا۔ اگر چہ وہ کافر وفاجر ہوں) علامہ عضد الدین نے "شرح مختصر الاصول" میں بیان کیا ہے "فقال قوم یشترط الاسلام والعدالة کما فی الشهادة والا افاد اخبار النصاریٰ بقتل المسیح العلم به وانه باطل. الجواب منع حصول شرایط التواتر لاختلال فی الاصل اوالوسط ای قصور الناقلین عن عدد التواتر فی المرتبة الاولی اوشئی مما بینهم وبین الناقلین الینا من عدد التواتر ولذالک ان اهل الصین لوا خبر وا

بقتل ملکھم حصل العلم بہ''

علامہ اسنوی نے بھی شرح منہاج الاصول میں بیان کیا ہے کہ خبر متواتر کے مخبرین میں اسلام وعدالت شرط نہیں ہے ان کی عبارت یہ ہے'' **وقد علم منہ انہ لا یشترط عندہ فی المخبرین الاسلام و لا العدالۃ و لا اختلاف الدین و غیرہ** '' (اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصولیین کے پاس مخبرین میں نہ اسلام وعدالت کی شرط ہے نہ اختلاف دین وغیرہ کی)

غرض اسی طرح کے اقوال کتب اصول میں موجود ہیں مگر ہم تطویل کے خیال سے بہت سے اقوال چھوڑ دیئے اوران ہی پر کفایت کی ہے۔اس مطلب کے سمجھنے کے لئے یہ اقوال کافی ہیں کہ حدیث متواتر مثل خبر واحد کے نہیں ہے کیونکہ راوئ خبر واحد کے لئے شرط ہے کہ وہ مسلم ہو عادل ہو متورع وثقہ ہو سیئی الحفظ وغیرہ نہ ہو مجروح ومطعون نہ ہو کذب سے متہم نہ ہو۔ لیکن خبر متواتر کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ خبر متواتر کے مخبرین میں عدالت واسلام واختلاف دین کی شرط نہیں ہے اور نہ اس کے راویوں میں جرح وتعدیل کے اعتبار سے غور کرنے کی حاجت پس جن لوگوں نے کسی خبر کے تواتر کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے روایوں میں جرح وتعدیل کے اعتبار سے غور کیا ہے لغو بات کی ہے۔

فصل (۳): ابن صلاح کا یہ خیال ہے کہ خبر متواتر گنتی میں کم ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے شرح تقریب نووی میں اس قول کی تردید کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ بات قلت نظر اور روایت کی کثرت طرق پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے کہی گئی ہے چنانچہ ان کا بیان یہ ہے۔ ''**لان ذالک نشاء عن قلۃ الاطلاع علیٰ کثرۃ الطرق واحوال الرجال وصفا تھم المقتضیہ لابعاد العادۃ ان یتواطوا علی الکذب او یحصل منھم اتفاق**

(کیونکہ یہ بات کثرت طرق اور راویوں کے احوال وصفات پر قلت اطلاع کی وجہ سے جو بعید از عادت ہونے کو مقتضی ہے انہوں نے کذب پر اتفاق کیا ہے یا ان سے اتفاق حاصل ہوا ہے)

اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار متواترہ بہت سارے موجود ہیں مگر روات کے طرق روایت پر اطلاع نہ ہونے سے بعض نے ایسا کہدیا ہے جو قابل وثوق نہیں ہے۔اس کے

بعد شیخ سیوطی نے ذکر کیا ہے" ومن احسن مایقر ربه کون المتواتر موجوداً وجود کثرة فی الاحادیث ان الکتب المشهورة المتداولة بایدی اهل العلم شرقا وغرباً المقطوع عندهم بصحة نسبتها الیٰ مولفها اذا اجتمعت علی اخراج حدیث وتعددت طرقه تعدّد اتحیل العادة تواطوء هم علی الکذب افاد العلم الیقینی بصحة الیٰ قائله ومثل ذالک فی الکتب المشهورة کثیر. قلت قد الفت فی هذا النوع کتاباً لم اسبق الی مثله سمیته الازهار المتناثره فی الاخبار المتواتره مرتبا علی الابواب اوردت فیه کل حدیث باسا نید من خرجه وطرقه . ثم لخصته فی جزء لطیف سمیته قطف الازهار " ۔اس کا حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بہتر تقریر یہ ہے کہ کتب حدیث جو مشہور اور شرقاً وغرباً علماء کے ہاتھوں میں متداول ہیں اور جن کی نسبت ان کے مولفین کی طرف یقینی ہے اگر ان کتابوں میں کوئی ایک حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہو تو عادت اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ یہ سب طریقے اور ان کے راوی جھوٹے ہیں۔ بلکہ یہ علم یقینی ہوگا۔ یہ حدیث صحیح طریقوں سے اپنے قائل کی طرف منسوب ہے۔ حدیث کی کتابوں میں اس کی مثالیں بہت سی موجود ہیں۔سیوطی کہتے ہیں کہ میں نے اس خاص موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام" الازهار المتناثرة فی الاخبار المتواترة " ہے اس رسالہ میں' میں نے حدیثیں جمع کئے ہیں پھر میں نے اس کا اختصار بھی کیا ہے اور اس کا نام" قطف الازہار" رکھا ہے۔

اس جگہ جو کچھ تقریر کی گئی ہے اس سے چند امور ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا امر کہ متواتر وہ خبر ہے جس کے اتنے راوی ہوں کہ ان سب کا کسی جھوٹی بات پر اتفاق کرنا ممنوع ہو اور ہر طبقہ میں اس کی روایت اسی طرح کی جماعت نے کی ہو۔

دوسرا امر یہ ہے کہ خبر متواتر کے راویوں میں یہ شرط نہیں ہے کہ مسلم وعادل ہوں چنانچہ جمہور محدثین وعلمائے اصول کا یہی مذہب ہے۔

تیسرا امر یہ ہے کہ خبر متواتر قلیل الوجود نہیں ہے بلکہ کثیر الوجود ہے شیخ جلال الدین

سیوطی کی تحقیق سے یہی مذہب ہے۔

چوتھا امر یہ ہے کہ خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں لفظی و معنوی۔ قسم دوم کی حدیثیں کتب حدیث میں زیادہ موجود ہیں

فصل (۴): اب غور طلب یہ بات ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کی مجی میں جو حدیثیں مروی ہیں وہ متواتر ہیں یا نہیں۔ واضح ہو کہ مہدی علیہ السلام کی خبر متواتر ہے اس وجہ سے کہ صحابۂ رسول اللہ ﷺ کی ایک جماعت نے اس خبر کی روایت کی ہے جن میں حضرت علی ابن ابی طالبؓ وابن عباسؓ وابن عمرؓ وطلحہؓ وابن مسعودؓ وابو ہریرہؓ وابوسعید الخدریؓ وام حبیبہؓ وام سلمہؓ وثوبانؓ وقرہ ابن ابان وعلی الھلال وعبداللہ بن الحارث بن جزء ہیں۔ ان کا ذکر مورخ مذکور نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان صحابہ نے خبر مجی مہدی علیہ السلام کی روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہؓ مثلاً قتادہؓ وجابرؓ وحذیفہؓ وامام حسینؓ وامام حسنؓ وغیرہم سے بھی خبر مجی مہدی علیہ السلام کی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔ ان احادیث کی تخریج ائمہ حدیث مثلاً ترمذی وابوداؤد وبزار وابن ماجہ وحاکم وطبرانی وابویعلی الموصلی نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔ مورخ مذکور نے بھی ذکر کیا ہے کہ ان کتابوں میں خبر مجی مہدی علیہ السلام کی روایت مروی ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ مسند امام احمد میں متعدد طریقوں سے خبر مجی مہدی علیہ السلام موجود ہے۔

پس جمہور علماء نے خبر مہدی علیہ السلام کے ان کثیر طرق کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ خبر مجی مہدی علیہ السلام متواتر ہے۔ چنانچہ ملا علی القاری نے ''رسالۃ المہدی'' میں ذکر کیا ہے'' قد تواترت الاخبار عن رسول الله ﷺ بذکر المهدی وانه من اهل بیته ''۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ سے ذکر مہدی علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت سے ہونے کی خبر متواتر ہے۔

اور ابن حجر ہیتمی نے ذکر کیا ہے''قال بعض ائمه الحفاظ ان کون المهدی من ذریته علیه السلام قد تواترت عنه علیه السلام یعنی بعض حفاظ حدیث نے ذکر کیا ہے کہ ذکر مہدی علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت سے ہونے میں آنحضرت ﷺ سے اخبار متواترہ مروی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں ذکر کیا ہے

قد تظاهرت الاحاديث البالغة حد التواتر فی کون المهدی عليه السلام من اهل البيت من ولد فاطمة رضی الله عنها یعنی اس امر میں کہ مہدی علیہ السلام اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے ہیں احادیث حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔

مورخ مذکور نے بھی ابتدائے فصل میں جس میں احادیث مہدی علیہ السلام ذکر کئے ہیں یہ عبارت لکھی ہے ''ان المشهور بين الكافة من اهل الاسلام علیٰ ممر الاعصار انه لابد فی آخرالزمان من ظهور رجل من اهل البيت يؤيد الدين ويظهر العدل ويتبعه المسلمون ويستولی علی الممالک الاسلاميه ويسمی بالمهدی'' یعنی سب مسلمانوں کے درمیان ہر ایک زمانہ میں یہ امر مشہور ہے کہ آخر زمانہ میں اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص کا تائید دین اور عدل ظاہر کرنے کے لئے پیدا ہونا ضرور ہے مسلمان اس کی اتباع کریں گے اور ممالک اسلامیہ پر اس کا غلبہ ہوگا۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سب اہل اسلام میں قرناً بعد قرن مہدی علیہ السلام کی آمد مشہور ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ قرن صحابہ وقرن تابعین اور ان کے بعد کے قرنوں اور زمانوں میں یہ بات مشہور رہی ہے کہ مہدی علیہ السلام کی آمد ضروری ہے کیونکہ ''المشهور بين الكافة من اهل الاسلام علیٰ ممر الاعصار '' کے یہی معنی ہیں۔

پس مورخ نے بھی اس عبارت سے یہ ثابت کردیا ہے کہ مہدی علیہ السلام کا ظہور خبر متواتر سے ثابت ہے کیونکہ خبر متواتر کی یہی تعریف ہے جو مورخ کی عبارت سے ثابت ہوتی ہے اس مورخ نے مہدی علیہ السلام کو متواتر کہنے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس کے تواتر کو دلیل سے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ چند سطروں کے بعد لکھا ہے '' فنقول ان جماعة من الائيمة خرجوا احاديث المهدیؑ منهم الترمذی وابوداؤد والبزار وابن ماجه والحاكم والطبرانی وابو يعلی الموصلی'' یعنی احادیث مہدی علیہ السلام کی روایت ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے کی ہے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' بزار' حاکم

،طبرانی ،ابویعلی موصلی ۔ان کتابوں کے اسماء کے ذکر کرنے پر بھی مورخ نے اکتفانہیں کیا بلکہ ان صحابہ رضی اللہ عنھم میں سے بعضے صحابہ کے نام بھی ذکر کئے ہیں جن سے مذکورہ ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں حضرت علیؓ وابن عباسؓ وابن عمرؓ وابن طلحہؓ وابن مسعودؓ وابوہریرہؓ وانسؓ وابوسعید الخدریؓ وام حبیبہؓ وام سلمہؓ وثوبانؓ وقرہ بن ایاسؓ وعلی الھلالیؓ عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ ۔مورخ کی اس تقریر سے ظاہر ہے کہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے آنحضرت ﷺ سے خبر مہدی کی روایت کی ہے غرض ان اصحاب کرام سے تابعین رحمھم اللہ نے سنا اوراس کی روایت اپنے اصحاب سے کی اسی طرح اس خبر کی ہر طبقہ میں بقول مورخ کے شہرت ہوتی رہی اور ہر طبقہ دوسرے طبقہ سے اس خبر کی روایت کرتا رہا تا آنکہ مورخ کے قول کے مطابق ہر عصر میں سب مسلمانوں کے درمیان خبر مجی امام مہدی علیہ السلام مشہور ہوگئی۔

واضح ہوکہ مورخ نے جس انداز سے خبر مجی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تواتر کو ثابت کیا ہے شائد کسی محدث نے اس طرح ثابت کیا ہو **والفضل ما شھدت بہ الاعداء**

فصل (۵): اب رہی یہ بحث کہ یہ خبر متواتر لفظی ہے یا متواتر معنوی اس کی توضیح یہ ہے متواتر لفظی وہ ہے جس کے الفاظ کی روایت ایک ایک جماعت نے دوسری جماعت سے اس طرح پر کی ہوکہ کسی لفظ کی اس میں تبدیلی نہ ہوئی ہو مثلاً ''**من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار**'' (یعنی جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ کی تہمت لگائی اس کو چاہئے کہ وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ یا قیام گاہ ناردوزخ سے بنالے)

متواتر معنوی وہ ہے کہ ایک جماعت نے دوسری جماعت سے کسی امر کے مختلف وقایع اور مختلف صفات نقل کئے ہوں اور ان کی سب روایتیں کسی خاص امر کے ثبوت میں مشترک ہوں مثلاً کسی نے ذکر کیا کہ حاتم نے کسی کو ایک اونٹ دیا اور دوسرے نے کہا کہ ایک گھوڑا دیا تیسرے نے کہا کہ ایک دینار دیا۔غرض ان مختلف واقعات سے یہ ثابت ہوگا کہ حاتم سخی ہے کیونکہ ان سب واقعات میں امر مشترک سخاوت ہی ہے اوریہی متواتر معنوی ہے اس سے حاتم کی خبر سخاوت متواتر معنوی ہوگی۔

شیخ محدث جلال الدین السیوطی نے شرح تقریب نواوی میں ذکر کیا ہے۔

قد قسم اهل الاصول المتواتر الیٰ لفظی وهوما تواتر لفظه ومعنوی وهو ان ینقل جماعة یستحیل تواطؤ هم علی الکذب وقایع مختلفة تشترک فی امر یتواتر ذالک الامر المشترک کما اذا نقل رجل عن حاتم مثلاً انه اعطیٰ جملاو آخرانه اعطیٰ فرساً واخرانه اعطیٰ دیناراً وهلّم جرّاً فتواتر القدر المشترک فی جمیع القضایا .

علامہ آمدی نے بھی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام میں یہی تصریح کی ہے۔

مہدی علیہ السلام کے اخبار پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے متعدد صفات اور مختلف حالات ان میں بیان کئے گئے ہیں۔ بعض حدیثوں میں مروی ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاد حسینؓ سے ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ اولاد حسنؓ سے ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ اولاد عباسؓ سے ہیں۔ بعض حدیثوں میں مروی ہے کہ آپ وسط امت رسول اللہ ﷺ میں پیدا ہوں گے اور بعض روایتوں میں مروی ہے کہ آپ امت رسول اللہ ﷺ کے آخر میں پیدا ہوں گے اور قتل دجال میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شریک ہوں گے۔ بعض میں مروی ہے کہ آپ خلیفۃ اللہ اور خاتم دین رسول اللہ ﷺ ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ آپ پادشاہ ہیں اور بعض میں مروی ہے کہ آپ آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے تا آنکہ اگر دنیا پوری ہو جائے گی اور اس کا ایک ہی دن باقی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا بڑھا دے گا کہ اس میں حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوں گے۔ اس طرح اور مختلف روایتیں آپ کی شان میں مروی ہیں ان سب روایتوں میں امر مشترک یہی ہے کہ آپ کسی ایک زمانہ میں تشریف لائیں گے یہی امر مشترک خبر متواتر ہے۔ ان ہی احادیث کے نظر کرتے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ابن حجر ہیتمی اور ملا علی القاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ وجود مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام خبر متواتر معنوی سے ثابت ہے چنانچہ سابق میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ غرض مورخ کے قول مذکور اور ہمارے اس بیان سے یہ ثابت ہوا کہ امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر بھی متواتر ہے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر

ہے کہ رسول برحق خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ نے امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجی کی خبر جو متواتر دی تھی اور اپنی امت مرحومہ کو آپ کے وجود باجود کے منتظر رکھا تھا اسے ۸۴۷ھ میں پیدا کیا۔ آپ نے حسب فرمان اللہ جل شانہ اپنی مہدیت کا عام دعویٰ فرمایا اور عام ہدایت کی برابر ۲۳ برس یہی دعوت رہی اور بالآخر ۹۱۰ھ میں رحلت کی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

فصل (۶): اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے اور کہتے ہیں کہ مورخ مذکور نے خبر مجی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے زور سے متواتر ثابت کرنے کے بعد یہ عقلمندی کی کہ خبر متواتر کے راویوں کی بھی جرح وتعدیل کے اصول پر جانچ پڑتال کی ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے **الا ان المعروف عن اهل الحديث ان الجرح مقدم على التعديل فاذا وجد نا طعنا فى بعض رجال الاسانيد بغفلة او بسؤ حفظ اوضعف او سوء راى تطرق ذالک الیٰ صحة الحديث** ..... (یعنی اہل حدیث کے پاس تعدیل پر جرح مقدم ہے جب ہم کسی حدیث کے راویوں میں کسی قسم کی غفلت یا سوء حفظ یا سوء رائے کا طعن پاتے ہیں تو اس طعن کا اثر صحت حدیث پر پڑے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طعن کی وجہ سے حدیث ضعیف ہوجائے گی۔ مورخ کی یہ تقریر یہ امر ثابت کرتی ہے کہ مورخ فن حدیث سے بالکل نابلد ہے کیونکہ اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جرح وتعدیل کے اصول کے موافق کونسی قسم کی حدیث جانچی جاتی ہے اور کونسی قسم کی حدیث کے رواۃ میں جرح وتعدیل کے اعتبار کی شرط نہیں ہے چونکہ مورخ اس فن سے محض ناواقف ہے لہذا اس نے یہ بات کہدی کہ ہر حدیث کی صحت پر جرح کا اثر پڑتا ہے

واضح ہو کہ اولاً یہ بات غلط ہے کیونکہ ہمارے سابق کے بیان سے یہ امر ظاہر ہوگیا ہے کہ خبر متواتر کے راویوں میں عدالت شرط نہیں ہے۔ جب ان میں عدالت ہی شرط نہیں ہے تو ان میں جرح وتعدیل کی تقدیم کیونکر معتبر ومسموع ہوگی کیونکہ مشرکین وکفار کی خبر متواتر ہوتی ہے مثلاً رستم کی شجاعت اسکندر کا فاتح ہونا۔ افلاطون وارسطو کا حکیم ہونا اس وجہ سے کہ خبر متواتر سے ثابت ہے معتبر ومسموع ہے۔ جب اس خبر کے راویوں میں ایمان کی شرط نہیں ہے تو ان میں عدالت کی کس طرح شرط ہوگی۔ اور بقول مورخ جرح وتعدیل کا کیونکر اعتبار کیا جائے گا۔ مورخ کی یہ

عقلمندی ہے جو اس نے خبر متواتر کے راویوں پر جرح وتعدیل کی رائے دی ہے جو بالکل غلط ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مورخ نے کلیہ کے طور پر جو یہ بیان کیا ہے کہ "**الجرح مقدم علیٰ التعدیل**" کلیتہً صحیح نہیں ہے کیونکہ محدثین کی ہر جرح تعدیل پر مقدم نہیں ہے بلکہ وہ جرح مقبول ہوتی ہے جو مبین ہو اور جو جرح مبین نہیں ہے وہ مقبول بھی نہیں ہے۔ امام نواوی شارح مسلم نے تقریب میں ذکر کیا ہے **ولا یقبل الجرح الامبین السبب** ۔ شیخ محدث سیوطی نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے **لان الناس یختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدھم الجرح بناء علی ما اعتقده جرحاً ولیس بجرح فی نفس الامر . فلا بد من بیان سببه لینظر ھل ھو قادح اولا** ۔ یعنی علماء کو اسباب جرح میں اختلاف ہے جب کوئی شخص کسی پر اپنے اعتقاد کے مطابق جرح کرے تو اس کا یہ طعن نفس الامر میں جرح نہیں ہے پس سبب جرح کے بیان کی ضرورت ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ جرح حقیقت میں بھی قادح ہے یا نہیں۔ شیخ سیوطی نے بیان کیا ہے کہ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ جرح مبین ہونی چاہئے چنانچہ شرح تقریب نواوی میں لکھا ہے **وتقید الجرح بکونه مفسرًا جار علی ما صححه المصنف وغیره اما صرح به ابن دقیق العبد وغیره** (یعنی جرح کے ساتھ ان کے مفسّر (مبین) ہونے کی قید لگانا اسی بات پر جاری ہے جس کو مصنف وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ ابن دقیق العبد وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے نخبتہ الفکر میں لکھا ہے **الجرح مقدم علی التعدیل لاکن ان صدر مبیناً من عارف . لانه ان کان غیر مفسر لم یقدح فی من یثبت عدالته وان صدر من غیرعارف بالاسباب لم یعتبر به ایضاء** ابن حجر کہتے ہیں کہ جب کسی عارف اسباب جرح نے جرح مبین کی ہو تو اس کی جرح تعدیل پر مقدم ہوگی اور کسی عارف غیر مبین نے جرح کی تو وہ اس کے حق میں قادح نہ ہوگی جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہے اور اگر کسی ایسے شخص نے جرح کی ہے جو اسباب جرح سے واقف نہیں ہے تو وہ جرح بھی معتبر نہ ہوگی۔

علامہ ابن الہمام نے شرح تحریر الکمال میں لکھا ہے **اکثر الفقھاء ومنھم الحنیفة**

واکثر المحدثین و منهم البخاری لا یقبل الجرح الا مبیناً سببه ۔یعنی اکثر فقہا نے جن میں حنفیہ بھی ہیں اور اکثر محدثین نے جن میں امام بخاری بھی ہیں ذکر کیا ہے کہ جرح مبین کے سوا کوئی جرح مقبول نہیں ہوتی ۔

ثالثاً یہ ہے کہ غیر عادل کی جرح وتعدیل علمائے حدیث کے پاس غیر مقبول ہے کیونکہ بالاتفاق ان دونوں میں عدالت کی شرط ہے شیخ ابن حجر عسقلانی نے نخبۃ الفکر میں لکھا ہے وینبغی ان لا یقبل الجرح و التعدیل الا من عدل متیقظ و لا یقبل جرح من أفرط فیه (یعنی ضروری ہے کہ عادل متقیظ (بیدار مغز) کی ہی جرح وتعدیل قبول کی جائے ۔اس شخص کی جرح مقبول نہ ہوگی جو حد سے تجاوز کرے)اور شیخ محدث ابن عبدالبر نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے ۔ان قولهم لا یقبل الجرح الا مفسّرا انما هو ایضا فی جرح ثبتت عدالة صاحبه و استقرت یعنی محدثین کا یہ قول کہ جو جرح مفسّر ومبین مقبول ہوتی ہے اس جارح سے ایسا شخص مراد ہے جس کی عدالت ثابت اور اس کا دلوں میں استقرار ہو۔

اس تقریر سے ثابت ہے کہ ہر شخص کی جرح مقبول نہیں ہے بلکہ اس شخص کی جرح مقبول ہوتی ہے جو عادل ہو اور اس کی جرح مبین ہو مورخ نے ان سب شروط کو اڑا دیا اور مطلقاً یہ کہہ دیا کہ تعدیل پر جرح مقدم ہے ۔مورخ کی یہ سخت غلطی ہے کہ اس نے جرح مطلق کو تعدیل پر تقدیم کی ہے ۔پس یہ کلیہ بالکل غیر صحیح ہے لیکن موجبہ جزئیہ قابل تسلیم ہے یعنی بعض ایسی جرحیں جو مبین اور ان کے جارحین عادل ہوں تو وہ مقبول ہیں ۔

حاصل یہ ہے کہ مورخ کو چونکہ حدیث اور اصول حدیث کے فن میں پوری دستگاہ نہیں ہے اس طرح کے سہو اس سے ہونا تعجب خیز بات نہیں ہے ۔اور شرح مختصر الاصول میں مذکور ہے وقال قوم لا یکفی الاطلاق فیهما بل یجب ذکر السبب (یعنی جرح وتعدیل علی الاطلاق کافی نہیں ہیں بلکہ ان کا سبب بیان کرنا ضروری ہے)

بعض اہل اصول حدیث کا یہ خیال ہے کہ ایسے شخص پر جرح قابل تسلیم نہیں ہے جس کی عبادت اس کی معصیت پر اور اس کے مدح کرنے والے مذمت کرنے والوں پر اور اس کا

تزکیہ کرنے والے جارحین پر غالب ہوں خصوصاً جبکہ جارح تعصب مذہبی ورغبت دنیوی سے موصوف ہو۔ چنانچہ ان ہی وجوہ سے ابن ابی ذئب نے جو امام مالکؒ پر اور ابن معین نے امام شافعیؒ پر اور نسائی نے احمد بن صالح پر جو کچھ طعن کیا ہے قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ یہ ائمہ مشہور ہیں اور ان کے جارحین کی جرح ظنی ہے ممکن ہے کہ بوجہ تعصب جرح کی ہو۔ چنانچہ علامہ سید محمد نے شرح احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے **وفصل الخطاب فيه ان الجارح لا يقبل منه الجرح وان فسّره فی حق من غلبت طاعته علی معاصیه ومادحره علی ذاتیه ومزکره علی جارحیه اذا کانت هناک قرینة یشهد العقل ان ذالک من تعصّب مذهبی اومنه فسة دنیویة کما یکون بین النظراء فلا یلتفت الیٰ کلام ابن ابی ذئب فی مالک وابن معین فی الشافعی والنسائی فی احمد بن صالح لان هٰو لاء مشهورون صار الجارح لهم کا الاتی بخبر غریب لوصح لتوفرت الدواعی علی نقله فکان القاطع قائما علی کذبه .**

حاصل یہ ہے کہ مشہور راویوں اور محدثین پر جارحیں کے مطاعن خبر واحد کا حکم رکھتے ہیں جس سے ایک طرح کا ظن ہوتا ہے لہذا ایسے مطاعن قابل التفات نہیں ہوتے۔ اسی واسطے شیخ ابن حجر عسقلانی نے مقدمۂ فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ **واعلم انه قدر وقع من جماعة الطعن فی جماعة بسبب اختلافهم فی العقاید فینبغی التنبة کذالک وعدم الاعتداء به الا بحقٍّ**

ہماری اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ اول یہ طعن مبہم مقبول نہیں ہے دوم یہ کہ جارح میں عدالت شرط ہے سوم یہ کہ ایسے طعن بھی قابل تسلیم نہیں ہیں جن کی بناء تعصب مذہبی واختلاف عقیدہ ہے چہارم یہ کہ ایسے طعن بھی لائق قبول نہیں جن کی بناء رغبت دنیا وافتخار دنیوی ہے۔ پنجم ایسی جرح بھی قبول نہیں کی جاسکتی جو ایسے لوگوں پر کی گئی ہے جن کے زہد واتقا کی شہرت ہے اور ان کے معدلین جارحین سے کثیر التعداد ہیں۔ پس مورخ ابن خلدون نے جو یہ کلیہ بیان کیا ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے قابل تسلیم نہیں ہے۔

فصل (۷): ابن خلدون کہتا ہے کہ جرح اگر چہ تعدیل پر مقدم ہے مگر صحیحین کے روات پر اس اصل کے اعتبار سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اجماع نے ان دونوں کو قبول کیا ہے اور ان کے احادیث پر عمل کیا ہے دوسری کتب حدیث اس درجہ کی نہیں ہیں۔ لہذا ان کے روات میں بحث کی گنجائش ہے۔ ابن خلدون کی اصل عبارت یہ ہے۔ **و لا تقو لنّ مثل ذالک یتطرق الی رجال الصحیحین فان الاجماع قد اتصل فی الامة علی تلقیهما بالقبول و العمل بما فیهما و فی الاجماع اعظم حمایة و احسن دفع و لیس غیر الصحیحین بمثا بتهما فی ذالک فقد نجد مجالا للکلام فی اسانید ها بما نقل عن ائمه الحدیث فی ذالک .**

واضح ہو کہ مورخ کا یہ قول کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہو گیا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں پر اکثروں نے طعن و اعتراض کئے ہیں اور انکے راویوں کی صحت و سقم پر بحثیں کی ہیں۔ خود امام بخاری سے ان کے بعض شیوخ نے نفرت کی ہے۔ اور باوجود اس نفرت کے بخاری ان کا تقدس تسلیم کرتے ہیں اور اپنی جامع میں ان سے روایت کرتے ہیں۔ بخاری کے غواص سے یہ بات بھی چھپی ہوئی نہیں ہے کہ بعض راوی مجروح بھی ہیں۔ چنانچہ ہم اس مقام پر بطور اختصار سب امور پر بحث کریں گے۔ پہلا امر یہ ہے کہ صحیحین کی صحت پر اجماع نہیں ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ **وقد تعرض لذالک ابن الصلاح فی قوله الا مواضع یسیرة انتقد ها علیه الدار قطنی و غیره وقال فی مقدمة شرح مسلم له ما اخذ علیهما یعنی علی البخاری و مسلم وقدح فیه معتمد من الحفاظ فهو مستثنیٰ مما ذکر نا ولعدم الاجماع علی تلقیه بالقبول انتهیٰ**

ابن صلاح کے قول کا خلاصہ یہ ہے بخاری کے چند ایسے مقامات (روایات) کہ جن کی امام محدث دارقطنی نے تنقید کی ہے صحت پر اجماع علماء نہیں ہے اور نیز ابن صلاح نے شرح مسلم کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ جن مقامات میں بخاری و مسلم ماخوذ ہیں یعنی علما نے ان پر اعتراض کیا ہے اور حفاظ معتمدین نے ان میں قدح کی ہے ان کے قبول و تسلیم پر اجماع نہیں ہے

یہ حدیثیں ان حدیثوں سے مستثنیٰ ہیں جن کو اکثر علماء نے قبول کیا ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ قد استدرک جماعة علی البخاری ومسلم احادیث اخلا فیهما بشرطهما ونزلت عن درجه ما التزماه وقد الف الدار قطنی فی ذالک ولابی مسعود الدمشقی ایضا علیهما استدراک ولابی الغسانی فی جزء العلل من التقئید استدراک ۔یعنی بخاری ومسلم کے وہ احادیث ایک جماعت کے پاس زیر بحث ہیں جن میں ان دونوں اماموں نے اُپنے معینہ شروط کے التزام میں خلل ڈالا ہے۔ امام محدث دارقطنی نے ان احادیث کا انتخاب کیا ہے اوران پر جرح کی ہے اور نیز حافظ محدث ابومسعود دمشقی اور ابوالغسانی نے ان دونوں اماموں کے احادیث پر بحث کی ہے۔

شیخ ابن حجر عسقلانی اور امام نووی کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیحین کے سب احادیث کی تسلیم پر اکثر علماء کا اجماع نہیں کیونکہ ان میں بعض ایسی حدیثیں ہیں جن پر امام محدث دارقطنی اور ابومسعود دمشقی اور ابوالغسانی نے جرحیں کی ہیں۔ امام نووی کی مذکورہ عبارت مقدمہ فتح الباری میں بھی مندرج ہے۔ مورخ چونکہ فن حدیث کا ماہر نہیں ہے اپنی خوش اعتقادی سے یہ بات کہدیا کہ صحیحین کی صحت احادیث پر اجماع ہوگیا ہے۔ مگر اس مورخ کو یہ نہیں معلوم کہ صحیحین کے شارح امام نووی وشیخ محدث ابن حجر عسقلانی جو امام بخاری ومسلم بن الحجاج کے بڑے حامی بلکہ ان کے شیدا ہیں اس بات کے قائل ہیں کہ شیخین کے اکثر حدیثوں کی قدح پر اکثر علماء نے اتفاق کیا ہے اور بعض حدیثوں پر جرح بھی کی ہے اور اس موضوع پر کتابیں تالیف کی ہیں جن کی تصریح امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں کی ہے۔

واضح ہو کہ امام دارقطنی نے صحیح بخاری کے (۱۱۰) حدیثوں پر جرح کی ہے۔ شیخ ابن حجر نے ان کی تصحیح میں بہت عرق ریزی اور جانفشانی کی ہے تاہم بعض جرحوں کی جوابی تقریر میں ان کو یہ کہنا اور تسلیم کرنا پڑا کہ میں نے جو کچھ اس مقام میں دارقطنی کے اعتراض کا جواب لکھا ہے وہ اقناعی (ظنی) بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ یہ اعتراض منجملہ ان اعتراضوں کے ہے جن کا جواب نہیں ہوسکتا۔ شیخ ابن حجر کی اصلی عبارت یہ ہے

هذا جواب اقناعی وهذا عندی من المواضع العقیمة عن الجواب السدید و لا بد للجواد من کبوۃ واللہ المستعان .

ہماری تقریر سے ظاہر ہے کہ صحیحین کی جملہ حدیثوں کی تسلیم وقبولیت پر علماء نے اجماع نہیں کیا۔ پس مورخ کا یہ دعویٰ کہ اجماع علماء نے صحیحین کی حدیثوں کو قبول کرلیا ہے صحیح نہیں ہے

دوسرا امر یہ ہے کہ بخاری کے رواۃ بہ نسبت رواۃ مسلم کے زیادہ قوی ہیں مگر خود بخاری کے رواۃ میں بعض شیعہ ہیں بعض خوارج بعض قدریہ ہیں بعض مرجیہ۔ چنانچہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے فصل سیاق میں طعن فیه من رجال هذا الكتاب اور فصل تمیز اسباب طعن میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے۔ علمائے متقدمین نے فیصلہ کیا ہے کہ اہل سنت کے سوائے سب فرقہ اہل ہوئی اور بدعتی ہیں۔ پس جو راوی اوصاف مذکورہ سے موصوف ہیں وہ بھی بدعتی و اللہ عالم بالصواب

فصل (۸): ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ جن کتب احادیث میں احادیث مجی امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام مروی ہیں چونکہ وہ سب صحیحین کے مساوی المرتبت نہیں ہیں ان میں بحث رواۃ کی گنجائش ہے۔ راقم عرض کرتا ہے کہ ان رواۃ میں عدالت کی اشتراط کی بحث کی جائے گی یا دیگر اوصاف کے اشتراط کی۔ قسم اول باطل ہے کیونکہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجی ان حدیثوں سے ثابت ہوئی جو متواتر المعنی ہیں اور خود مورخ کی عبارت سے بھی جو فصل بحث متواتر میں نقل کی گئی ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجی خبر متواتر ہے اور یہ بھی ہم نے ثابت کیا ہے کہ راویان خبر متواتر میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ عادل بھی ہوں بلکہ اس خبر میں یہ شرط ہے کہ اس کے راوی اتنے ہوں کہ ان کا کسی جھوٹی بات پر متفق ہونا ممنوع ہو۔ عام ازیں کہ عادل ہوں یا غیر عادل۔ پس خبر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راویوں میں یہ بحث کرنا کہ فلاں عادل نہیں ہے محض بیکار ہے۔

دوسری قسم بھی باطل ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے صفات راوی مثلاً حفظ۔ ضبط۔ ثقہ۔ صدق وغیرہ میں بحث کی جائے گی۔ تو وہ بھی مورخ کے لئے مفید نہیں ہے۔ کیونکہ خبر متواتر کے رواۃ میں عام ازیں کہ وہ لفظی ہوں یا معنوی جب عدالت شرط نہیں ہے تو اس کیلئے یہ بھی شرط

نہیں ہے کہ وہ راوی ثقہ وصدوق ہوں کیونکہ جب باوجود انتفاء عدالت کے ان کے محض کثیر التعداد ہونے سے ان کی خبر معتبر ہے تو ان صفات کے انتفاء سے بھی ان کی خبر معتبر ہو جائے گی۔ پس راوی کا صادق وثقہ ہونا اس میں شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ مخبروں کی اتنی تعداد ہو کہ ان سب کا کسی جھوٹی بات پر اتفاق کرنا ممنوع ہو۔ اگر بعض راویاں خبر متواتر میں صدق منتفی ہو تو قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ اس میں مجموع افراد کا صدق مقصود ہے نہ کہ ہر ایک فرد کا صادق ہونا لیکن خبر متواتر باللفظ میں الفاظ کے حفظ وضبط کی ضرورت ہے۔ ہاں روایت بالمعنی میں الفاظ روایت کے حفظ وضبط کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بعض معانی کا حفظ وضبط کافی ہے۔ اگر اشخاص کثیر التعداد کوئی روایت کریں جسکا قدر مشترک متحد ہو مثلاً ایک نے کہا کہ میں نے زید کو فقہ پڑھاتے دیکھا ہے دوسرے نے کہا کہ میں نے حدیث پڑھاتے دیکھا ہے تیسرے نے کہا میں نے اس کو تفسیر پڑھاتے دیکھا ہے اگر چہ یہ سب روایتیں مختلف ہیں مگر اس امر میں قدر مشترک متحد ہے کہ زید عالم دینیات ہے ایسی خبر کو متواتر بالمعنی کہتے ہیں۔ اس میں الفاظ کے حفظ وضبط کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان روایتوں میں جو معانی مشترک ہیں وہی خبر متواتر معنوی ہے۔

غرض خبر متواتر معنوی میں عدالت کی اور پورے الفاظ کے حفظ وضبط کی شرط نہیں ہے اور نہ پورے معانی میں اتحاد کی شرط ہے بلکہ بعض معانی کے اشتراک شرط ہے اور یہی قدر مشترک متواتر معنوی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خبر متواتر کو کسی شرط کے اعتبار سے جانچنے کی ضرورت نہیں ہے

فصل (۹): اب ہم ان حدیثوں کا ذکر کرتے ہیں جو مورخ ابن خلدون کے خیال میں مجروح ہیں۔ اگر چہ ہمارے مذکورہ بیانات سے مورخ کے سب اعتراضات رفع ہو گئے ہیں تاہم وہ احادیث اس مقام میں لکھے جاتے ہیں جن میں مورخ نے بحث کی ہے اور اس کے ہر ایک اعتراض کا جواب بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی حدیث یہ ہے۔ ابو بکر الاسکاف نے ''فوائد الاخبار'' میں انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے۔ **عن انس بن مالک عن محمدؒ بن المنکدر عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ من کذب المھدی فقد کفر ومن کذب بالدجال فقد کفر**

مورخ نے ذکر کیا ہے ابوبکر بن ابی خیثمہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روایت اغرب الاسناد ہے یعنی بہت ہی غریب الاسناد ہے اور بیان کیا ہے کہ اس کے علاوہ ابوبکر الاسکاف پر اتہام کیا گیا ہے کہ یہ وضاع حدیث ہے۔ یعنی موضوع حدیثوں کی روایت کرتا ہے۔ راقم کہتا ہے کہ ابوبکر بن ابی خیثمہ ائمہ حدیث میں مشہور نہیں ہے اور اس نے اس طعن کو کہ ابوبکر الاسکاف وضاع حدیث ہے کسی امام الحدیث کی طرف منسوب نہیں کیا تا آنکہ جارح کا نام ذکر نہ کیا جائے کوئی طعن مقبول نہیں ہوسکتا کیونکہ جارح جب معلوم ہوگا تو یہ جانچنا ممکن ہوگا کہ جارح عادل ہے یا نہیں اور اس کا یہ طعن مذہبی عصبیت اور اختلاف عقیدہ کی وجہ سے تو نہیں ہوا یا کسی منافست دنیوی کی جہت سے تو جرح نہیں کی یہ سب جروح مردود ہیں جب جارح کا نام ہی مجہول ہو تو ان امور کی تنقید ممکن نہ ہوگی پس ابوبکر بن خیثمہ کی یہ جرح قابل التفات نہیں ہے۔

دوسری حدیث ترمذی و ابوداؤد نے طریق عاصم بن ابی النجود سے یہ روایت کی ہے **عن عبد الله بن مسعود عن النبی ﷺ لولم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطوّل الله ذالک الیوم حتیٰ یبعث الله فیه رجلا منی اومن اهل بیتی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی** یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ ترمذی کے یہ الفاظ ہیں۔ **لا تذهب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی وفی لفظ آخر حتی یلی رجل من اهل بیتی وکلا هما حدیث حسن صحیح**

ترمذی نے ایک اور طریقہ سے بھی ابوہریرہؓ سے اس مضمون کی حدیث کی ہے اور اس کو ابوہریرہؓ پر موقوف کیا ہے۔ مورخ ابن خلدون کہتا ہے کہ محمد بن سعد نے کہا ہے کہ عاصم بن ابی النجود ثقہ ہے مگر وہ اپنی حدیث میں کثیر الخطا ہے۔ یعقوب بن سفیان نے ذکر کیا ہے کہ عاصم کی حدیث میں اضطراب ہے۔ ابوحاتم نے کہا ہے ابن علبہ نے کہا ہے کہ جس کا نام عاصم ہے وہ سیئی الحفظ یعنی اس کا حفظ بد ہوگا۔ ابن حواش نے کہا ہے کہ عاصم کی حدیث میں نکرت ہے ابوجعفر عقیلی کہتا ہے کہ اس میں سوء حفظ کے سوا کوئی جرح نہیں ہے۔ دارقطنی نے بھی اس کے حفظ میں طعن کیا ہے۔ یحییٰ القطان کہتے ہیں کہ میں جس کسی ایسے شخص سے ملا کہ اس کا نام عاصم

ہے اس کو ردی الحفظ پایا۔

راقم کہتا ہے محمدؒ بن سعد کی عدالت اور عدم تعصب کی تقدیر تسلیم کرنے کے بعد جب ان کی جرح پر غور کیا جاتا ہے تو ان کی جرح مبہم ہے کیونکہ عاصم کا باوجود ثقہ ہونے کے کثیر الخطا ہونا یا اسناد روایت میں ہوگا۔ الفاظ روایت میں یا معانی روایت میں گروہ اسناد و معانی میں خاطی ہیں تو ان کا ثقہ ہونا مسلم نہیں ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں ان کی روایت پر کسی طرح کا اعتماد ہی نہیں ہوسکتا اگر الفاظ روایت میں خاطی ہیں اور اسناد روایت اور اس کے معانی میں خاطی نہیں ہیں تو ان کی روایت مسلم و مقبول ہوگی کیونکہ احادیث کی روایت اکثر بالمعنی ہوتی ہے اور اس اعتبار سے وہ ثقہ بھی تسلیم کیئے گئے ہیں۔ چونکہ محمدؒ بن سعد نے ان شقوں کی تصریح نہیں کی ہے لہذا ان کی جرح مبہم ہوگی۔ اور جو جرح مبہم ہوتی ہے وہ مسموع نہیں ہوتی پس محمدؒ بن سعد کی جرح ہی مسموع نہیں ہے۔ یعقوب بن سفیان کی جرح بھی مبہم ہے کیونکہ عاصم کی حدیث میں اضطراب ہے تو یہ اضطراب بھی باعتبار الفاظ ہوگا یا معانی یا دونوں میں۔ اگر باعتبار الفاظ اضطراب ہے تو الفاظ کے اضطراب سے تبدل الفاظ مراد ہے تو جرح نہیں ہے کیونکہ الفاظ میں تبدل و تغیر ہوا ہی کرتا ہے اگر اس سے کوئی اور بات مراد ہے تو اس کا بیان ہونا ضرور ہے۔ اگر باقی کی دونوں قسمیں مراد ہیں تو ان کے بیان کی بھی ضرورت ہے غرض ان کی یہ جرح مبہم ہے اور جب وہ مبہم ہے تو غیر مسموع ہے۔ ابو حاتم کا یہ کہنا کہ ابن علیہ نے کہا ہے کہ جس کا نام عاصم ہے وہ سیئی الحفظ ہوتا ہے کلیتًا مسموع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان کا یہ قیاس بے دلیل ہے ممکن ہے کہ اس نام والے بعض اشخاص جیّد الحفظ ہوں اور ابن عایہ ان سے نہ ملے ہوں ہم نے یہ توجیہ اس وجہ سے کی ہے کہ اسم عاصم اور سیئی الحفظ کے مفہوم یا وجود میں کوئی لزوم عقلی نہیں ہے اور لزوم عرفی مثلاً جود و حاتم ایک آدھ آدمی کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تواتر خبر کی شرط ہے۔

ابن خراش کی یہ جرح بھی مجروح ہے کیونکہ اگر عاصم کی حدیث نکرت ہے یعنی وہ منکر الحدیث ہیں تو کس وجہ سے ہیں جبتک یہ وجہ بیان نہ ہوگی یہ جرح جرح نہ ہوگی۔ ابو جعفر عقیلی کا یہ کہنا کہ عاصم میں سوء الحفظ ہے اس جرح میں بحث ہے کیونکہ عاصم کا سیئی الحفظ ہونا اگر باعتبار

الفاظ روایت ہے تو یہ جرح نہیں ہے اور اگر باعتبار معانی روایت ہے تو اس کا بیان ضرور ہے ورنہ یہ جرح مبہم اور غیر مسموع ہے۔ دارقطنی کی جرح میں بھی یہی بحث ہے جو ابوجعفر عقیلی کی جرح میں بیان کی گئی ہے یحییٰ القطان نے وہی جرح کی ہے جو ابن عایہ نے کی ہے اس کا جواب بھی وہی ہے جو ابن علیہ کی جرح میں دیا گیا ہے۔

حاصل یہ ہیکہ یہ سب جرحیں غیر مقبول ہیں۔ اب ہم ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے عاصم کی تعدیل کی ہے عاصم کی دونوں روایتوں کو ذکر کرکے ترمذی کا بیان کرنا کہ **کلا هما حديث حسن صحيح** عاصم کی تعدیل ہے۔ عاصم سے روایت کرنے کے بعد ابوداؤد کا سکوت عاصم کے حق میں تعدیل ہے کیونکہ ابوداؤد نے اپنے رسالہ مشہورہ میں یہ ذکر کیا ہے ان **ماسکت علیه فی کتابه فهو صالح**۔ مورخ نے رسالہ مشہورہ کے حوالہ سے اس عبارت کو خود بھی ذکر کیا ہے۔ حاکم نے بیان کیا ہے کہ عاصم کے وہ طرق جس میں انہوں نے زر سے اور زر نے عبداللہ سے روایت کی ہے سب صحیح ہیں چنانچہ خود مورخ نے اسی جرح وتعدیل کو ذکر کیا ہے **وطرق عاصم عن زرّ عن عبدالله کلها صحیحة علی ما اصلیته من الاحتجاج باخبار عاصم اذهو امام من ائمة المسلمین**۔ امام احمد بن حنبل نے کہا ہیکہ عاصم مرد صالح وقاری قرآن ثقہ اور خیر ہیں اور اعمش ان سے زائد الحفظ ہیں۔ ابوزرعہ نے جو امام بخاری کے شیوخ سے ہے عاصم کو ثقہ کہا ہے۔ سفیان ثوری وشعبہ وزایدہ نے جو ائمہ حدیث اور ائمہ مسلمین سے ہیں عاصم سے اس حدیث کی روایت کی ہے جو ابوہریرہؓ پر موقوف ہوئی ہے۔ بخاری ومسلم نے بھی عاصم سے روایت کی ہے۔ غرض بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی سفیان ثوری شعبہ زایدہ وغیرہ نے عاصم سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے جو ناقدین حدیث سے ہیں حدیث مذکور کو حسن صحیح کہا ہے اور حاکم نے یہ تصریح کردی ہے کہ عاصم کے طرق جو زر کے پاس اور زر سے عبداللہ کے پاس پہنچتے ہیں سب کے سب صحیح ہیں۔ پس امام عاصم کے ثقہ اور مستند ہونے میں کوئی بحث نہیں رہی۔

تیسری حدیث جس کی تخریج ابوداؤد نے قطن بن خلیفہ کے طریقہ سے کی ہے **عن**

قطن بن خليفة عن القاسم بن ابی مره عن ابی الطفيل عن علی عن النبی ﷺ قالو ا لو لم يبق من الدهر الا يوم لبعث الله رجلاً من اهل بيتی يملؤ ها عدلاً كما ملئت جوراً . مورخ ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ عجلی نے کہا ہے قطن بن خلیفہ حسن الحدیث تو ہے مگر شیعہ ہے۔ابن معین نے کہا ہے ثقہ اور شیعی ہے۔ احمد بن عبداللہ بن یونس کہتے ہیں کہ ہم قطن بن خلیفہ کے پاس جاتے تھے مگر ان سے حدیث نہیں لکھتے تھے اور کبھی یہ بھی کہا ہے مثل کتے کے ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ اس کا قول حجت نہیں ہے۔ ابوبکر بن عیش کہتے ہیں کہ میں نے اس کے سوء مذہب سے اس کی روایت چھوڑ دی ہے۔ جرجانی کہتے ہیں کہ قطن بن خلیفہ کج راہ اور غیر ثقہ ہے۔ راقم کہتا ہے کہ یہ سب جروح تعصب مذہبی کی وجہ سے کی گئی ہے۔ ائمہ نے بیان کیا ہے کہ جو جرحین تعصب مذہبی کی وجہ سے کی جاتی ہے وہ نامقبول ہیں چنانچہ سابق میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے لہذا یہ جرحین نامقبول ہیں۔ اگر ایسی جرحیں موثر ہوتیں تو امام بخاری شیعی وخارجی وقدری ومرجی وغیرہ رواۃ سے اپنی کتاب میں روایت نہ کرتے۔ مقدمہ فتح الباری کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے مختلف العقیدہ محدثین سے اکثر روایت حدیث کی اور یہ روایتیں بخاری میں موجود ہیں۔ ہم ان میں چند راویوں کا ذکر کرتے ہیں۔ امام بخاری قدس سرہ نے الفضل بن وکین۔ محمد بن عبداللہ الزبیر۔ جریر بن عبدالحمید۔ خالد بن مخلد القطوانی۔ سعید بن فیروز البختر ی۔ سعید بن اشوع۔ عباد بن العوام۔ عباد بن یعقوب وغیرہم سے روایت کی ان سب پر شیعہ ہونے کی جرح کی گئی ہے اور عمران بن خطان السدوسی۔ اسحاق بن سوید العدوی۔ جریر بن عثمان الحمصی حصین بن نمیر الواسطی۔ عبداللہ بن سالم الاشعری۔ عکرمہ مولی ابن عباسؓ الولید بن کثیر بن یحییٰ المدنی قیس بن الحازم وغیرہم سے روایت کی ہے ان سب رواۃ پر خارجی وناصبی ہونے کی جرح کی گئی ہے اور نیز امام بخاری قدس سرہ نے قتادہ بن دعامہ کہمس بن المنہال۔ محمد بن سوا السدوسی۔ محمد بن الرحمن بن ابی ذئب۔ ثور بن یزید الحمصی حسان بن عطیہ المحاربی۔ الحسن بن ذکران۔ ہارون بن موسیٰ الاعور النحوی وغیرہم سے روایت کی ہے اوران سب پر قدریہ ہونے کا طعن کیا گیا ہے۔ اور نیز امام بخاری نے عمرو بن ابی الکونی۔ محمد بن

حازم ۔ ابراہیم بن طہمان ۔ ذر بن عبداللہ المرہبی ۔ شبابۃ بن سواء ۔ عثمان بن غیاث ۔ عمر بن عمر بن مرہ سے روایت کی ہے اوران سب رواۃ پر مرجیہ ہونے کی جرح کی گئی ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ثقہ وصدوق ہونے کے مختلف العقیدہ ہونے کی وجہ سے جو جروح ہوا کرتے ہیں امام بخاری کے خیال میں وہ ہیچ وپوچ ہیں اسی واسطے اس جلیل القدر امام نے ان رواۃ سے روایت کی ہے ۔ مگر شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ان رواۃ سے جو روایت کی ہے شاید ان کی توبہ ومعذرت کی وجہ سے ہو ۔ یہ توجیہ ضعیف ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں پیش کی گئی ہے ۔ مورخ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بن حنبل ویحیٰی بن القطان ویحیٰی بن معین نے قطن بن خلیفہ کی توثیق کی ہے ۔ جب ان تین جلیل القدر محدثوں نے قطن بن خلیفہ کی تعدیل وتوثیق کی ہے تو قطن بن خلیفہ کے ثقہ ہونے میں کوئی شبہ نہ رہا

چوتھی حدیث ابوداؤد نے علیؓ سے روایت کی ہے **عن مروان بن المغیرة عن عمر بن ابی قیس عن شعیب بن ابی خالد عن ابی اسحاق النسفی قال قال علی ونظر الی ابنه الحسن ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله ﷺ سیخرج عن صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق یملاء الارض عدلاً**

مورخ نے بیان کیا ہے **قال ابوداؤد فی عمر بن ابی قیس لاباس به فی حدیثه خطاء وقال الذهبی صدق له اوهام** یعنی ابوداؤد نے ذکر کیا ہے عمر ابن ابی قیس کی روایت میں کوئی خوف نہیں لیکن ان کی حدیث میں خطا ہے ۔

راقم کہتا ہے کہ مورخ کا قول قابل بحث ہے ۔ اولاً اس وجہ سے کہ ابوداؤد نے اس قول کو جس کتاب میں ذکر کیا ہے مورخ نے اس کا حوالہ نہیں دیا ہے ۔ ثانیاً یہ کہ مورخ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوداؤد کے قول میں منافات ہے کیونکہ جس کی روایت میں خطا ہے اس پر لاباس بہ صادق نہ آئے گا ۔ اس پر باس به صادق آئے گا نہ کہ لاباس به ۔ اس تقدیر پر یہ قول لائق استدلال نہ ہوگا اس وجہ سے کہ جرح میں خود اضطراب ہے ۔ ذہبی کے قول سے جرح ثابت نہیں ہوتی کیونکہ عمر بن ابی قیس کا صدوق ہونا ذہبی کے قول سے ثابت ہے اب اگر کسی امر

خارجی کی وجہ سے اس کو توہم ہوا ہے تو اس کے صدوق ہونے پر اثر نہیں ڈال سکتا۔

پانچویں حدیث قال هارون حد ثنا عمر بن ابی قیس عن مطرف بن طریف عن ابی الحسن عن هلال بن عمر سمعت علیا یقول قال النبی ﷺ یخرج رجل من ماوراء النهر یقال له الحارث علی مقدمته رجل یقال له منصور یوطی او یمکن لآل محمد ؐ کما مکنت قریش لرسول الله ﷺ وجب علی کل مومن نصره او قال اجا بته۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے باب ذکر المہدی میں ذکر کیا ہے ممکن ہے کہ دیگر محدثین نے بھی اس حدیث کو اسی باب میں ذکر کیا ہو مگر کسی حدیث میں یہ مروی نہیں ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام حارث بھی ہے پس اس حدیث میں جو حارث کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد لینا بے دلیل ہے اور نیز اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حارث نام والا شخص اہل بیت رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ہے۔ جب یہ حدیث امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چسپاں نہیں ہوتی تو یہاں اس کے رواۃ میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

چھٹی حدیث ابوداؤد نے اور ابن ماجہ اور حاکم نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے عن علی بن نفیل عن سعید بن المسیب عن ام سلمه ؓ قالت سمعت رسول الله ﷺ یذکر المهدی فقال نعم هو من بنی فاطمه ولم یتکلم علیه بتصحیح ولا غیره وقد ضعفه ابو جعفر العقیلی وقال لا یتابع علی بن نقیل علیه ولا یعرف الا به۔ مورخ کہتا ہے کہ ابوجعفر عقیلی نے علی بن نقیل کی تضعیف کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اہل صحاح سے ابوداؤد اور ماجہ نے اور حاکم نے جب علی بن نفیل سے روایت کی ہے تو ان ائمہ کا علی بن نفیل سے روایت کرنا علی بن نفیل کے حق میں توثیق ہے اور پھر ان ائمہ کا اس کے باب میں کسی طرح کا کلام نہ کرنا اور بھی موکد توثیق ہوگئی۔

واضح ہو کہ علی بن نفیل سے روایت کر کے ان ائمہ کا یہ تصریح نہ کرنا کہ اس کی حدیث صحیح ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس پر کسی طرح کی جرح نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ کسی راوی

کی روایت پر یہ تصریح کرنا کہ اس کی حدیث صحیح ہے یا حسن اس راوی کی تعدیل ہے اور تعدیل بعد جرح ہوتی ہے جب جرح مسموع نہیں ہے تو تصریح تعدیل بے محل ہوگی لہذا ان ائمہ نے علی بن نفیل کی حدیث لکھنے کے بعد الفاظ تعدیل ذکر نہیں کیا۔

ساتویں حدیث ابو داؤد نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے **عن صالح بن الخلیل عن صاحب له عن ام سلمة قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینه هاربا الیٰ مکة فیا تیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبایعو نه بین الرکن والمقام فیبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رایٰ الناس ذالک اتاه ابدال اهل الشام وعصائب اهل العراق فیبا یعونه ثم لیشأ رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیهم بعثا فیظهرون علیهم وذالک بعث کلب والخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فینقسم المال ویعمل فی لباس البتة بینهم ﷺ ویلقی الاسلام علی الارض فیلبث سبع سنین وقال بعضهم تسع سنین .**

اس روایت میں ابہام ہے کیونکہ صالح بن الخلیل نے ایک شخص سے روایت کی ہے اور اس شخص نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے چونکہ اس شخص کا نام مذکور نہیں ہے لہذا اس سلسلہ میں ابہام ہوگیا۔ مورخ نے ذکر کیا ہے کہ ابو داؤد نے صالح بن الخلیل کی ایک دوسری سند لکھی ہے اور وہ یہ ہے **عن صالح بن الخلیل عن عبد الله بن الحارث عن ام سلمة** اس سند سے پہلی حدیث میں جو ابہام تھا جاتا رہا۔ کیونکہ پہلی حدیث میں صالح بن خلیل نے جس راوی کا نام چھوڑ دیا ہے دوسری حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ وہ عبداللہ بن الحارث ہے۔ مورخ کہتا ہے کہ اس روایت کے رجال صحیحین ہیں ان میں کسی طرح کی جرح نہیں ہے اور بیان کیا ہے کہ بعضوں نے قتادہ کو مدلس کہا ہے اور مدلس کی حدیث مقبول نہیں ہوتی تا آنکہ اس حدیث کی تصریح نہ کی ہو۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں ذکر مہدی کی تصریح نہیں ہے لیکن ابو داؤد نے اس کو باب المہدی میں ذکر کیا ہے۔ راقم کہتا ہے اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ قتادہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہے اگر راوی مدلس ہے تو صحیحین کی طرف سے اس کا جو جواب دیا جائے گا وہی جواب

مورخ کو ہماری طرف سے دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ مورخ نے اس جگہ بہت ہی گول گول اور مجمل بحث کی ہے۔ ملا علی القاری نے شرح نخبتہ الفکر میں ذکر کیا ہے شیخ شمس الدین محمد الجزری نے بیان کیا ہے کہ تدلیس کی دو قسمیں ہیں تدلیس اسناد۔ تدلیس شیوخ۔ تدلیس اسناد وہ ہے کہ کوئی راوی ایسے شخص سے اس کی ملاقات یا معاصرت ہے۔ اس خیال سے روایت کرے کہ اس نے اس سے وہ روایت سنی ہے حالانکہ اس نے نہیں سنی اس صورت میں دیکھنا یہ ہے کہ اس نے اس روایت کو کن الفاظ سے روایت کی ہے۔ اس نے قال فلاں یقول فلاں سے روایت کی ہے یا الفاظ اخبرنا وحدثنا یا ان کے ہم معنی الفاظ سے۔ اگر اس نے لفظ قول سے روایت کی ہے تو یہ لفظ اتصال سند پر دلالت نہیں کرتا لہذا یہ روایت مقبول نہ ہوگی اگر اس نے الفاظ مذکورہ سے روایت کی ہے تو اس کی روایت محدثین کے پاس مقبول ہے چنانچہ علامہ مذکور کی یہ عبارت ہے **فما بیّن فیه الاتصال کسمعت وحدثنا ونحو ذالک مقبول ففی الصحیحین وغیر هما منه کثیر** ۔ نووی کے قول سے ظاہر ہے کہ تدلیس کذب نہیں ہے اس کا حکم بعینہ حدیث مرسل کا حکم ہے چنانچہ نووی کی عبارت یہ ہے **قال النووی وذالک لان التدلیس لیس کذ بابل لم یبین فیه الاتصال فلفظه محتمل وحکمه حکم المرسل وانواعه**۔ ہماری تقریر سے ظاہر ہیکہ قتادہ کی روایت احتجاج کے قابل ہے۔

آٹھویں حدیث ابو داؤد اور حاکم نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے **عن عمران القطان عن قتادة عن ابی بصره عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الا نف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت جوراً وظلماً یملک سبع سنین هذا لفظ ابی داؤد وسکت علیه ولفظ الحاکم المهدی منا اهل البیت اشم الانف اقنی اجلی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یعیش هکذا وبسط یساره واصبعین من یمینه السبابة والابهام وعقد ثلاثة قال الحاکم هذا حدیث صحیح علی شرط**

مسلم ولم یخرجاہ ۔حاکم نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے لیکن بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔راقم کہتا ہے کہ جب یہ حدیث صحیح ہے اور شرط مسلم کے موافق ہے تو بخاری ومسلم کا اس کی روایت نہ کرنا موجب جرح نہیں ہوسکتا۔مورخ کہتا ہے کہ عمران القطان کی روایت کے حجت ہونے میں اختلاف ہے۔ بخاری نے اگر چہ عمران القطان سے روایت کی ہے مگر اصالتاً نہیں بلکہ استشہاداً کی ہے۔یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ عمران القطان قوی نہیں ہے کبھی کہتے ہیں کہ لیس بشئی ہے احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ عمران القطان صالح الحدیث ہوگا۔نسائی کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔یزید بن زریع کہتے ہیں کہ عمران القطان حروری ہے اور اہل قبلہ پر تلوار کھینچنا جائز رکھتا ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ عمران القطان اصحاب حسن سے ہے ہم نے سوائے خیر کے اس سے نہیں سنا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ کے زمانہ میں فتوائے سفک دمار دیا تھا۔

راقم کہتا ہے کہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کی روایت کرنے کے بعد سکوت کیا ہے اور اس کے پہلے مورخ نے بیان کیا ہے کہ ابو داؤد نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے کہ جب وہ کسی روایت کے لکھنے کے بعد سکوت کرتے ہیں تو وہ حدیث ان کے پاس صحیح ہوتی ہے تو پھر ابوسعید آجری کا یہ قول کہ میں نے ابو داؤد سے یہ سنا ہے کہ عمران القطان ضعیف ہے ان کے ضابطہ معینہ کے خلاف ہوگا۔

میری رائے یہ ہے کہ ان سب جروح کی بناء یزید بن زریع کی وہ جرح ہے جو اس نے یہ تصریح کی ہے کہ عمران القطان حروری ہے۔ جب ان محدثین کو یہ جرح مسموع ہوئی تو پھر اختلاف عقائد کی وجہ سے انہوں نے مطاعن مذکورہ کئے ہیں۔ یہ مطاعن مسموع نہیں ہوسکتے کیونکہ جو جروح اختلاف عقیدہ کی وجہ سے کیجاتی ہے وہ معتبر نہیں ہوتیں چنانچہ سابق میں اس کی تفصیل کی گئی ہے۔رہی یہ بات کہ عمران القطان جب حروری ہے یا خارجی ہے تو اس کی روایت غیر معتبر ہوگی یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ بخاری نے اپنی صحیح میں خارجیوں' شیعوں' مرجیوں وغیرہ سے روایت کی ہے اور باوجود اس کے ان کی روایتیں صحیح ومعتبر سمجھتے ہیں اور ان سے استدلال کیا

جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس حدیث سے جو ابوداؤد کے پاس اور حاکم اس کی شرط مسلم پر ہونے کی تصریح کی ہے قابل استدلال نہ ہو۔

نویں حدیث ترمذی وابن ماجہ وحاکم نے زید العمی کے طریق سے ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے۔ عن ابو سعید الخدری قال خشینا ان یکون بعض شئی حدث فسالنا نبی الله ﷺ فقال ان فی امتی المھدی یخرج یعیش خمساً او سبعاً او تسعاً زید الشاک قال قلنا وما ذاک قال سنین قال فیجئی الیه الرجل فیقول یا مھدی اعطنی قال فیحثی له فی ثوبه ما استطاع ان یحمله۔ یہ الفاظ ترمذی کے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی یہ روایت ابوسعید خدری سے کی ہے مورخ کہتا ہے کہ ابن ماجہ اورحاکم کے یہ الفاظ ہیں یکون فی امتی المھدی ان قصر فسبع والا فتسع فتنعم امتی فیه نعمة لم یسمعوا مثلھا قط توتی الارض اکلھا ولا یدخر منه شئی والمال یومئیذ کدوس فیقوم الرجل فیقول یا مھدی اعطنی فیقول خذ مورخ نے ذکر کیا ہے کہ ابوحاتم نے زید العمی کوضعیف کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ اس سے حدیث لکھی جاسکتی ہے مگر قابل احتجاج نہیں ہے۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ زید العمی کی حدیث ضعیف مگر قابل کتابت ہے۔ ابوذرعہ کی یہ رائے ہے کہ زید العمی قوی نہیں ہے واہی الحدیث ہے۔ نسائی نے کہا ہے کہ ضعیف ہے۔ راقم کہتا ہے کہ ابوحاتم کی یہ جرح کہ زید العمی ضعیف ہے جرح مفسر نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کس وجہ سے اس کا ضعف ہے۔ ابوذرعہ کی جرح کی بھی یہی حالت ہے چونکہ اسباب جرح نہیں بیان کئے گئے ہیں یہ سب جرحیں معتبر نہیں ہیں اکثر ائمہ نے زید العمی کی مدح وثنا کی ہے دارقطنی اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے زید العمی صالح ہے اور امام احمد بن حنبل نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یزید الرقاشی اور فضل بن عیسیٰ سے زید العمی بہتر ہے۔ جرجانی کہتے ہیں کہ زید العمی کی حدیث قابل تمسک ہے شعبہ نے جو بہت بڑے محدث ہیں زید العمی سے روایت کی ہے۔ مورخ نے ذکر کیا ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث روایت مسلم کی تفسیر ہے مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث کی ہے۔ عن جابر قال قال رسول الله ﷺ تکون فی امتی خلیفة

یحثی المال حثیا لا یعدہ عدّا۔اور نیز مسلم نے ابی سعید الخدری سے روایت کی ہے عن ابی سعید قال من خلفاء کم خلیفہ یحثو المال حثیا اور نیز دوسرے طریقہ سے بھی جابر وابی سعید سے روایت کی ہے قال یکون فی اٰخر الزمان خلیفتہ یقسم المال ولا یعدہ۔ مورخ کہتا ہے کہ مسلم کی ان دونوں روایتوں میں ذکر مہدی نہیں ہے اور کوئی دلیل نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ ان احادیث سے مہدی علیہ السلام مراد ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ احادیث مسلم میں اگرچہ ابہام ہے یعنی ان میں مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں ہے مگر ابن ماجہ اور حاکم کی حدیثیں جب اس کی مفسر ہیں تو یہ ابہام رفع ہوجائے گا اور خلیفہ سے ذات مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مراد ہوگی اور یہی ضابطہ جمہور محدثین کا ہے کہ حدیث مبہم کو مفسر پر محمول کرتے ہیں۔اسی طرح مسلم کی مبہم حدیثیں بھی ابن ماجہ اور حاکم کی حدیثوں پر محمول ہوجائیں گی۔غرض مسلم کی حدیثوں میں اسم مہدی نہ ہونا ہمارے لئے کوئی مضر نہیں ہے۔اور اس اتفاق اور تطابق کی وجہ سے زید العمی کی حدیث بھی قوی ہوجائے گی۔

دسویں حدیث جو حاکم نے عوف الاعرابی عن ابی الصدیق الناجی کے طریق سے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعۃ حتی تملأ الارض جوراً وظلماً وعدوانا ثم یخرج من اھل بیتی رجل یملؤ ھا قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وعدواناً ۔ مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث شیخین یعنی بخاری ومسلم کی شرط پر ہے اور صحیح ہے لیکن شیخین نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ کسی حدیث کا شیخین سے مروی نہ ہونا اس امر کا موجب ضعف نہیں کیونکہ اکثر ایسی حدیثیں جن سے امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین ومحدثین نے استدلال کیا ہے بخاری ومسلم کی صحیحین میں مروی نہیں ہیں۔اگر شیخین کا ان احادیث کو ذکر نہ کرنا موجب ضعف ہے تو ان ائمہ ومحدثین کی یہ سب حدیثیں ضعیف ہوجائیں گی اور جب ان کا ضعف مسلم نہیں ہے تو حاکم کی اس حدیث کا ضعف بھی مسلم نہیں ہے۔مورخ کہتا ہے کہ حاکم

نے سلیمان بن عبید عن ابی الصدیق الناجی کے طریق سے ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے
عن ابی سعید الخدری عن رسول الله ﷺ قال یخرج فی آخر امتی المهدی یسقیه الله المغیث وتخرج الارض نباتها ویعطیٰ المال صحاحاً وتکثر الماشیة وتعظم الامة یعیش سبعاً او ثمانیاً یعنی حججا اس حدیث کے لکھنے کے بعد حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔ مورخ کہتا ہے کہ سلیمان بن عبید سے اصحاب صحاح میں سے کسی نے روایت نہیں کی ہے لیکن ابن حبان نے سلیمان بن عبید کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کسی جارح کی جرح کا جو اس پر ہوئی ہو ذکر نہیں کیا ہے۔ غرض سلیمان بن عبید مورخ کے پاس ثقہ اور قوی ہے۔ اس راوی سے شیخین کا روایت نہ کرنا جو مضر نہیں ہے ہم نے ابھی اس کا بیان کیا ہے۔

مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے ابن سلمہ عن مطر الوراق وابی ہارون العبدی کے طریق سے ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے عن ابی سعید الخدری ا ن رسول الله ﷺ قال تملا الارض جوراً و ظلماً

مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور شرط مسلم پر ہے کیونکہ حماد بن سلمہ اور اس کے شیخ مطر الوراق سے روایت کی ہے مگر حماد بن سلمہ کا دوسرا شیخ جو ہارون العبدی ہے ضعیف ہے اور کذب سے متہم۔

راقم کہتا ہے کہ حماد بن سلمہ نے جب راوی قوی یعنی مطر الوراق سے روایت کی ہے تو ہارون العبدی کی روایت بھی قوی ہوگئی اور اس کا انجبار ہوگیا۔ پس دونوں حدیثیں قوی ہوگئیں اور کوئی ضعیف نہیں رہی۔

مورخ کہتا ہے کہ محمد بن سلمہ کو محمدؒ بن حزم نے منکر الحدیث کہا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ تصنیف نہ کرتا تو بہتر تھا۔

راقم کہتا ہے کہ محمد بن حزم کا یہ کہنا کہ محمد بن سلمہ منکر الحدیث ہے جرح مبہم ہے کیونکہ یہ نہیں بتایا کہ کس وجہ سے منکر الحدیث ہے پس یہ جرح معتبر نہیں ہے اور اس وجہ سے بھی کہ

اصحاب ستہ نے اس سے روایت کی ہے چنانچہ امام بخاری جو شیخ ائمہ حدیث ہیں محمد بن سلمہ کو مشہور الحدیث کہا ہے اور اپنی صحیح میں اس سے استشہاد کیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ امام بخاری کا کسی راوی سے روایت کرنا ہی اسکی توثیق ہے اور اس پر جب یہ تصریح بھی کی ہو کہ وہ مشہور الحدیث ہے تو یہ تصریح محمد بن سلمہ کے حق میں کتنی زبردست توثیق ہوگی۔ ابو داؤد نے بھی محمد بن سلمہ سے روایت کی اور نسائی نے بھی۔ یہ سب مورخ نے ذکر کیا ہے۔

گیارھویں حدیث طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں طریق ابی الواصل سے یہ روایت کی ہے **عن ابی الواصل عبد الحمید بن واصل عن ابی الصدیق الناجی عن الحسن بن یزید السعدی احد بنی بھدلة عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول الله ﷺ یقول یخرج رجل من امتی یقول بسنتی ینزل الله عزّ وجلّ له القطر من السماء وتخرج الارض برکتھا وتملا الارض منه قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یعمل علی ھذا الامة سبع سنین وینزل بیت المقدس**

مورخ کہتا ہے کہ اسی معجم اوسط میں طبرانی نے کہا ہے کہ ایک جماعت ابی الصدیق الناجی سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کسی نے ابی الصدیق اور ابو سعید الخدری کے درمیان کسی راوی کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن ابو واصل نے ان دونوں کے درمیاں الحسن بن یزید السعدی کو ذکر کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے الحسن بن یزید کو ذکر تو کیا ہے مگر اس اسناد مذکورہ کے سوائے الحسن بن یزید اس کے پاس مشہور آدمی نہیں ہے۔ ذہبی نے میزان میں ذکر کیا ہے کہ الحسن بن یزید مجہول ہے پھر مورخ کہتا ہے کہ **لا کن ذکرہ ابن حبان فی الثقات** یعنی ابن حبان نے الحسن بن یزید کو ثقات میں ذکر کیا ہے اس صورت میں ذہبی کا یہ طعن باطل ہوگیا کہ الحسن بن یزید مجہول ہے کیونکہ ذہبی کے پاس اگر الحسن بن یزید مجہول ہے تو دیگر اصحاب رجال کے پاس مشہور اور ثقہ ہے۔ مورخ کہتا ہے کہ ابو الواصل سے اصحاب ستہ نے روایت نہیں کی لیکن ابن حبان نے ثقات طبقہ ثانیہ میں ابو الواصل کو ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابو الواصل انس سے بھی روایت کرتا ہے اور اس سے شعبہ و عتاب بن بشر روایت کرتے ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ اصحاب ستہ کا ابو الواصل سے روایت نہ کرنا ابو الواصل کے ضعف کا موجب نہیں ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں ہے کہ اصحاب ستہ نے سب ثقات سے روایت کی ہے اور کوئی ثقہ شخص ایسا نہیں ہے جو ان کا راوی نہ ہو۔ جب یہ بات ثابت نہیں ہے تو یہ کہنا درست ہے کہ اصحاب ستہ نے بعض ثقہ راویوں سے روایت کی ہے اور بعض ثقہ ایسے بھی ہیں جن سے اصحاب ستہ نہ ملے ہوں اور ان سے روایت نہ کی ہو۔ غرض اصحاب ستہ کا کسی شخص سے روایت نہ کرنا اس کے غیر ثقہ ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ جب ابن حبان نے ابو الواصل کو ثقات طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے تو پھر کچھ اعتراض نہ رہا۔ اور نیز شعبہ اور عتاب بن بشر جیسے محدثین ابو الواصل سے روایت کرتے ہیں تو پھر بخاری و مسلم کے روایت نہ کرنے کا کیا ذکر۔ حاصل یہ ہے کہ اس میں مورخ کو کسی گفتگو کی گنجائش نہیں ہے۔

بارھویں حدیث ابن ماجہ نے کتاب سنن میں یزید بن ابی زیاد کے طریق سے روایت کی ہے۔ **عن یزید بن ابی زیاد عن ابراھیم عن ملقمه عن عبدالله بن مسعود قال بینما نحن عند رسول الله ﷺ اقبل فتیة من بنی هاشم فلما رأهم رسول الله ﷺ ذرفت عیناه وتغیر لونه قال فقلت ما نزال نری فی وجهک شیئا نکرهه فقال انا اهل البیت اختار الله لنا الآخرة علی الدنیا وان اهل بیتی سیلقون بعدی بلاءً وتشریداً و تطریداً حتی یاتی قوم من قبل المشرق معهم رایات سود فیسأ لون الخیر فلا یعطو نه فیقاتلون وینصر ون فیعطون ماسأ لوافلا یقبلو نه حتیٰ یدفعو نها الی رجل من اهل بیتی فیملؤ ها قسطاً کما ملوها جوراً فمن ادرک ذالک منهم فلیا تهم ولوحبواً علی الثلج**

مورخ کہتا ہے کہ یہ حدیث 'حدیث رایات' کے نام سے محدثین کے پاس مشہور ہے اس حدیث میں جو یزید بن ابی زیاد راوی ہے شعبہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث غیر مرفوعہ کو مرفوع کرتا تھا محمد بن الفضل کہتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد کبار ائمہ شیعہ سے ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ حافظ نہیں ہے یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ ضعیف ہے العجلی کہتے ہیں کہ جابر الحدیث ہے ابو

زرعہ کا یہ مقولہ ہے کہ اس کی حدیث لکھی جائے مگر قابل حجت نہیں ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے جرجانی کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ محدثین نے اس کی حدیث کوضعیف ٹھہرایا ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ کسی نے اس کی حدیث کو نہیں چھوڑا مگر اس کی روایت سے مجھے دوسرے کی روایت بہتر معلوم ہوتی ہے ابن عدی کا یہ قول ہے کہ یہ شیعۂ کوفیین میں سے ہے مسلم نے اس راوی سے روایت کی ہے مگر دوسرے راوی سے روایت کرکے اس کی حدیث کو قوی کیا ہے۔ غرض ان ائمہ حدیث نے حدیث رایات کوضعیف ٹھہرایا ہے۔ ابو قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسامہ سے سنا ہے کہ زید بن ابی زیاد پچاس قسمیں کھا کر کوئی روایت کرے گا تو میں اس کو سچ نہ مانوں گا۔ عقیلی نے اس حدیث کو ضعفا میں لکھا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے

راقم کہتا ہے کہ شعبہ کا یہ طعن کہ یزید بن ابی زیاد غیر مرفوعہ حدیثوں کو مرفوع کرتا ہے درحقیقت جرح نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے شعبہ کو جو حدیثیں موقوف ملی ہوں وہ حدیثیں دوسرے اسناد سے یزید بن ابی زیاد کو مرفوع ملی ہوں۔ امام احمد بن حنبل کا قول کہ یزید بن ابی زیاد حافظ نہیں ہے قابل بحث ہے اس وجہ سے کہ اگر امام احمد بن حنبل نے یہ بات کسی سے سنی ہے اور وہ اس کا معاصر ہے تو اس کا نام ذکر کرنا ضرور ہے اور اگر معاصر نہیں ہے تو اس کے معاصر تک اس کا سلسلہ پہنچنا چاہئے اور اگر خود معاصر ہیں تو یہ تصریح کرنی چاہئے کہ میں یزید بن ابی زیاد سے ملا ہوں اور ان سے حدیث سنا ہوں وہ حافظ نہیں ہیں۔ جب ان کے قول میں یہ تصریح نہیں ہے تو یہ جرح مبہم سمجھی جائے گی۔ یحیٰی بن معین کا یہ طعن کہ یزید بن ابی زیاد ضعیف ہیں۔ چونکہ ضعف کی وجہ مذکور نہیں ہے جرح مبہم ہے جو معتبر نہیں ہے۔ جرجانی کی جرح کی بھی یہی کیفیت ہے ان سب کی جرح کی بنا دراصل اختلاف عقیدہ کی وجہ سے ہے کیونکہ محمد بن الفضل اور ابن عدی کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد ائمہ شیعہ سے ہے۔ جب یہ جروح اختلاف عقیدہ کی وجہ سے ہیں تو سب غیر معتبر ہیں۔ چنانچہ جمہور محدثین کا یہی مذہب ہے۔

تیرھویں حدیث ابن ماجہ نے یاسین العجلی کے طریق سے یہ روایت کی ہے۔

عن یاسین العجلی عن ابراهیم بن محمد ابن الحنیفیة عن ابیه عن جده قال

قال رسول الله ﷺ **المهدی منّا اهل البیت یصلح الله به فی لیلة** ۔مورخ بیان کرتا ہے کہ یاسین العجلی مختلف فیہ ہے۔ابن معین نے کہا ہے **لیس به باس** یعنی اس کی روایت میں کوئی خوف نہیں ہے۔مگر بخاری نے فیہ نظر کہا ہے تو یہ لفظ بخاری کے مصطلحات سے ہے اور زیادہ ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ابن عدی نے کامل میں اور ذہبی نے میزان میں اس حدیث کو استنکاراً ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یاسین العجلی ضعف میں معروف ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ امام بخاری کی جرح مبہم ہے کیونکہ اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا ہے کہ یاسین العجلی میں بخاری نے کس وجہ سے نظر کی ہے۔جب تک وجہ جرح معلوم نہ ہوگی جرح معتبر نہ ہوگی اگر چہ بخاری ایک شیخ اعظم ہیں مگر جمہور علمائے اصول حدیث کا یہ مذہب ہے کہ جرح مفسر ہونی چاہئے۔ابن عدی کا کامل میں اور ذہبی کا میزان میں حدیث یاسین العجلی کو استنکاراً ذکر کرنا جرح نہیں ہے اگر نفس استنکار جرح مبہم ہوگی اور ظاہر ہے کہ جرح مبہم غیر معتبر ہے۔

چودھویں حدیث طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے **عن علی رضی الله انه قال النبی** ﷺ **امنا المهدی ام من غیر نا یا رسول الله فقال بل منا بنا یختم الله کما بنا فتح وبنا لستنفذون من الشرک وبنا یولف الله بین قلوبهم بعد عداوة بینة کما بنا الف بین قلوبهم بعد عداوة الشرک قال علی أمومنون ام کافرون قال مفتون و کافر انتهیٰ**۔مورخ نے بیان کیا ہے کہ اس سلسلہ میں عبداللہ بن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے اور دوسرا راوی عمر بن جابر الحضرمی ہے اور وہ اس سے بھی ضعیف ہے۔

راقم کہتا ہے کہ یہ دونوں قول مورخ نے کہے ہیں اور ان کو کسی کی طرف منسوب نہیں کیا ہے اور اگر منسوب بھی کیا ہوتا تو یہ مبہم جرحیں غیر معتبر ہوتیں۔

مورخ کہتا ہے کہ نسائی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ غیر ثقہ ہے اور اس کا یہ قول تھا کہ علیؓ بادل میں ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ عبداللہ ہمارے ساتھ بیٹھا کرتا تھا جب کبھی بادل گزرتا ہوا دیکھتا تو یہ کہتا کہ بادل میں سے حضرت علی گزرے۔امام احمد بن حنبل نے کہا ہیکہ

عبداللہ بن لہیعہ نے جابر سے احادیث منکر کی روایت کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یہ کبھی جھوٹ بھی بولتا تھا۔

راقم کہتا ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ پر جو کچھ جرحیں کی گئی ہیں اس کی بناء یہی ہے کہ وہ شیعہ تھا اور اعتقاد اس سے مسموع ہوا ہے کہ حضرت علیؓ بادل میں رہیں جب یہ عقیدہ محدثین کے پاس لغو ہے تو یہ سب مطاعن اسی عقیدہ کی بناء پر کی گئی ہیں مگر راویاں شیعی اور خارجی سے بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے اور ان کے رفض وخروج کو روایت کی ضعف کی بنا نہیں ٹھرائی ہے اور باوجود اس اختلاف عقائد کے ان کی روایت مکتوب اور قابل استدلال سمجھی جاتی ہے تو عبداللہ بن لہیعہ کے حدیث کا کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل کا یہ کہنا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ عبداللہ بن لہیعہ جھوٹ کہتا تھا اس صورت میں قابل تسلیم ہوتا کہ مخبر کا نام ذکر کیا ہوتا اور اس کی عدالت وثقہ ہونے کا حال معلوم ہوتا اس وقت چونکہ وہ مخبر مجہول الاسم اور مجہول الحال ہے لہذا یہ جرح جرح مبہم کے حکم میں ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے۔

پندرھویں حدیث. طبرانی نے تحریر کی ہے **عن علی رضی الله عنه ان رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **قال یکون فی اخر الزمان فتنه یحصل الناس فیهلکما یحصل الذهب فی المعدن فل تسبوا اهل الشام ولکن سبوا اشرارهم فان فیهم الابدال یوشک ان یرسل علی اهل الشام صیب من السماء فیفرق جماعتهم حتی لو قاتلتهم الثعالب غلبتهم فعند ذالک یخرج خارج من اهل بیتی فی ثلث رایات المکثر یقول بهم خمسه عشر الفا والمقلل یقول بهم اثنا عشر الفا وامارتهم امت امت یلقون سبع رایات تحت کل رایة منها رجل یطلب الملک فیقتلهم الله ویرد الله الی المسلمین الفتهم ونعمتهم وقاصیهم ورایهم** ۔مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کے اسناد میں عبداللہ بن لہیعہ ہے اور یہ ضعیف اور معروف الحال ہے اسی حدیث کو مستدرک میں حاکم نے روایت کی ہے اور اس کو صحیح الاسناد بیان کیا ہے اور شیخین نے اس کی روایت سے ذکر نہیں کیا اس کے بعد ذکر کیا ہے **ثم یظهر الهاشمی فیزدالله الناس الی**

الفتھم۔ مورخ بیان کرتا ہے کہ اس روایت کے اسناد میں عبداللہ بن لہیعہ نہیں ہے اور یہ اسناد صحیح جس طرح پر کہ حاکم نے بیان کیا ہے۔ راقم کہتا ہے کہ جب حاکم کی یہ روایت اسناداً صحیح ہے تو طبرانی کی روایت جس میں عبداللہ بن لہیعہ ہے قوی ہو جائے گی اس وجہ سے کہ یہ حدیث اس حدیث سے جس کا راوی عبداللہ بن لہیعہ ہے معنی میں موافق ہے اور یہی قول جمہور محدثین کا ہے

سولھویں حدیث۔ حاکم نے مستدرک میں ابی الطفیل کے طریق سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ عن ابی الطفیل عن محمد بن الحنیفية قال كنا عند علیّ رضی الله عنه فسأ له رجل عن المهدی فقال علیّ هيهات ثم عقد بيده سبعا فقال ذالک يخرج فی آخرالزمان اذا قال الرجل الله الله قتل ويجمع الله له قوماً قزع كقزع السحاب يولف الله بين قلوبهم فلا يستوحشون الی احد ولا يفرحون باحد دخل فيهم عدتهم علی عدة اهل بدر لم يسبقهم الاولون ولا يدركهم الآخرون وعلی اصحاب طالوت الذين جاوزوا معه النهر قال ابو الطفيل قال ابن الحنيفية اتريده قلت نعم قال فانه يخرج من بين هذين الاخبثين قلت لا جرم والله ولا ادعهما حتی اموت ومات بها يعنی مكة . مورخ نے ذکر کیا ہے کہ حاکم نے کہا ہے یہ حدیث صحیحین کے شروط کے مطابق ہے انتہی مورخ کہتا ہے کہ صرف شرط مسلم پر ہے کیونکہ اس حدیث کے اسناد میں عمار ذہبی اور یونس بن ابی اسحٰق ہے بخاری نے ان دونوں سے روایت نہیں کی ہے۔ اور عمرو بن محمد العبقری ہے اس سے بخاری نے روایت تو کی ہے مگر احتجاج کے طور پر نہیں کی بلکہ استشہاداً روایت کی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ مورخ کا بیان بے محل ہے کیونکہ حاکم نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث شیخین کے شروط پر اور صحیح ہے اور یہ ذکر نہیں کیا کہ شیخین نے اس حدیث کے اسناد کے راویوں سے روایت کی ہے اس صورت میں مورخ کا یہ بحث کرنا کہ فلاں فلاں راوی سے جو اس حدیث کے اسناد میں ہیں بخاری نے روایت نہیں کی ہے بے کار اور بے محل ہے

مورخ بیان کرتا ہے کہ عمرو بن محمد العبقری سے بخاری نے استشہاداً روایت کی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ عمرو بن محمد العبقری کی روایت اگر مفید استشہاد ہے تو یہی احتجاج ہے۔ اور اگر مفید استشہاد نہیں ہے تو ان سے بخاری کا روایت کرنا ہی بیکار ہے۔ مورخ بیان کرتا ہے کہ امام احمد بن حنبل و ابن معین و ابو حاتم ونسائی وغیرہ نے عمار ذہبی کی توثیق کی ہے مگر علی بن المدینی نے سفیان سے یہ روایت کی ہے کہ بشر بن مروان نے عمار ذہبی کے ٹانچے کاٹ ڈالے تھے میں نے ان سے پوچھا کس جرم میں؟ فرمایا کہ شیعہ ہونے کی وجہ سے۔

راقم کہتا ہے کہ اگر شیعہ ہونے کے جرم میں عمار ذہبی کو یہ سزا دی گئی تھی اور وہ شیعی تھے تو ان کے شیعہ ہونے سے روایت ضعیف نہیں ہوسکتی۔ اگر ان کا شیعہ ہونا ان کی روایت میں ضعف پیدا کرتا ہے تو پھر بخاری و مسلم کی وہ روایتیں کیونکر ضعیف نہ سمجھی جائیں جن کی اسانید میں شیعہ وخوارج وقدریہ ومرجیہ راوی موجود ہیں چنانچہ کئی مرتبہ ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

سترھویں حدیث۔ ابن ماجہ نے انس ابن مالکؓ سے روایت کی ہے **عن سعد بن عبدالحمید بن جعفر عن علی بن زیاد الیمامی عن عکرمة بن عمار عن اسحاق بن عبدالله عن انس قال سمعت رسول الله ﷺ یقول نحن ولد عبدالمطلب سادات اهل الجنة انا وحمزة وعلی وجعفر والحسن والحسین والمهدی** انتہیٰ مورخ کہتا ہے کہ اگرچہ مسلم نے عکرمہ بن عمار سے روایت کی ہے مگر منفردانہ نہیں متابعۃً روایت کی ہے اور بعض نے اس پر جرح کی ہے اور بعض نے توثیق۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ مدلس ہے پس جب تک سماع کی تصریح نہ کرے اس کی حدیث مقبول نہ ہوگی۔ ذہبی نے کہا ہے کہ علی بن زیاد کی حقیقت معلوم نہیں کہ یہ کون شخص ہے صحیح یہ ہے کہ علی بن زیاد کی جگہ عبداللہ بن زیاد ہے۔ مورخ بیان کرتا ہے کہ سعد بن عبدالحمید کی توثیق یعقوب بن ابی شیبہ نے کی ہے اور یحییٰ بن معین نے لیس بہ باس کہا ہے یعنی سعد کی روایت میں کوئی خوف نہیں ہے مگر ثوری نے اس میں بحث کی ہے۔ مورخ کہتا ہے کہ محدثین کہتے ہیں کہ سعد بن عبدالحمید مسائل میں فتوی دیتا تھا اور اس میں غلطی کرتا۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ سعد بن عبدالحمید کے اس دعوی کا لوگوں نے انکار کیا ہے کہ اس نے امام مالک کی کتابیں سنی ہیں کیونکہ وہ بغداد میں تھا

اور حج نہیں کیا تھا پھر مالک سے اس نے کتابیں کیونکر سنیں ۔ ذہبی نے کہا ہے جنہوں نے اس میں گفتگو کی ہے ان کی گفتگو اس میں قادح نہیں ہے۔

راقم کہتا ہے کہ ثوری کا طعن مذکورہ مبہم ہے کیونکہ یہ بیان کرنا کہ سعد بن عبدالحمید میں گفتگو ہے کوئی جرح معین نہیں ہے لہذا غیر معتبر ہے۔ محدثین کا یہ کہنا کہ سعد بن عبدالحمید فتوے میں غلطی کرتا تھا اس بات کا مستلزم نہیں ہے کہ روایت حدیث میں بھی غلطی کرتا تھا کیونکہ فتویٰ میں اجتہاد و استدلال کی ضرورت ہے اور روایت حدیث میں اس کی ضرورت نہیں ہے پس فتوی میں غلطی کرنے سے روایت حدیث میں بھی غلطی کرنا لازم نہیں ہے پس فتوی میں غلطی کرنے کی وجہ سے احتمال پیدا کرنا کہ روایت حدیث میں بھی غلطی کرتا ہوگا غلط ہے۔ امام احمد بن حنبل کا قول مذکور بھی قابل بحث ہے کیونکہ سعد بن عبدالحمید اگر یوں کہتا کہ میں نے فلاں سال مالک سے کتابیں سنی ہیں اور اس سال معین میں ان دونوں کی ملاقات کا ثبوت نہ ملتا تو سعد بن عبدالحمید کا جھوٹ ثابت ہوتا۔ حج کے نہ جانے اور عدم ملاقات میں لزوم نہیں ہے کیونکہ وہ ممکن ہے کہ صرف مدینہ گیا ہو اور مالک سے کتابیں سن لی ہوں ۔ یا وہ مدینہ کو بھی نہ گیا ہو اور کسی دوسری جگہ مالک سے کتابیں سنی ہوں ۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل کے قول مذکور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سعد بن عبدالحمید نے اپنی مدۃ العمر بغداد سے کبھی سفر نہیں کیا اور نیز امام مالک بھی عمر بھر کبھی مدینہ سے باہر نہیں نکلے ۔غرض امام احمد بن حنبل کا قول مذکور درایتہً قابلِ تسلیم نہیں ہے۔

اٹھارویں حدیث ۔ حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے روایت کی ہے ۔ قال **مجاهد قال لی ابن عباس لولم اسمع انک مثل اهل البيت ماحد ثتک بهذا الحديث قال فقال مجاهد فانه فی ستر لا اذكره لمن يكره قال فقال ابن عباس منا اهل البيت اربعة منا السفاح ومنا المنذرو مناً المنصور ومنّا المهدی قال فقال مجاهد بيّن لی هؤلاء الاربعة فقال ابن عباس امّا السفاح فربما قتل انصاره وعفا عن عدوه وامّا المنذر اراه يعطی المال الكثير ولا يتعاظم فی نفسه ويمسک القليل من حقه واما المنصور فانه يعطی النصر علی عدوه الشطر مما**

کان یعطی رسول اللہ ﷺ ویرھب عنه عدوہ علی مسیرۃ شھرین والمنصور یرھب منه عدوہ علی مسیرۃ شھر وامّا المھدی الذی یملاء الارض عدلا کما ملئت جوراً وتامن البھائم السباع وتلقی الارض افلا ذ کبدھا قال قلت وما افلا ذ کبد ھا قال امثال الا سطو انة من الذھب والفضة۔ مورخ کہتا ہے کہ حاکم نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے شیخین نے اس کی روایت نہیں کی ہے اس کے اسناد میں اسمٰعیل عن ابیہ ابراہیم ہے اکثر محدثین نے ان دونوں کو ضعیف کہا ہے مگر مسلم نے ان سے روایت کی ہے

راقم کہتا ہے کہ حاکم جیسے محدث کا اس راوی سے روایت کرنا اور اس کو صحیح الاسناد کہنا اور مسلم سا عظیم الشان محدث کا اس سے احتجاجاً روایت کرنا اسکی توثیق وتعدیل کی زبردست دلیل ہے۔

انیسویں حدیث۔ ابن ماجہ نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ یقتتل عند کنز کم ثلاثه کلھم ابن خلیفة ثم لا یصیر الیٰ واحد منھم حتی تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلو نھم قتلالم یقتله قوم ثم ذکر شیئاً لا احفظه قال فاذا رایتموہ فبا یعوہ ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة اللہ المھدی۔ مورخ بیان کرتا ہے کہ اس حدیث کے رجال یعنی راوی صحیحین کے راوی ہیں مگر اسناد میں ایک راوی جس کا نام ابوقلابہ ہے ذہبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ مدلس ہے اور اسی اسناد میں سفیان ثوری بھی ہیں جن کی تدلیس مشہور ہے اور نیز اسی اسناد میں عبدالرزاق بن ہمام بھی ہے جو تشیع میں مشہور ہے آخر وقت میں یہ اندھے ہوگئے تھے ایک حدیث کو دوسری حدیث سے مخلوط کر دیتے تھے۔ ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شیعہ تھے ان سے فضائل میں ایسی حدیثیں مروی ہیں جن کی روایت کسی نے نہیں کی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ جب اس حدیث کے رجال رجال صحیحین ہیں اور ابوقلابہ بھی رجال صحیحین میں داخل ہے تو اس کا جواب وہی ہے جو رجال صحیحین کی طرف سے دیا گیا ہے اس کا جواب ہم نے ساتویں حدیث کے رجال کی تنقید میں بھی دیا ہے۔ فصول سابقہ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ جارح ومعدل کے لئے شرط ہے کہ وہ عادل ہوں اگر جارح غیر عادل ہوگا تو اس کی

جرح معتبر نہ ہوگی۔ اب بحث یہ ہے کہ مورخ نے عمار ذہبی کی جرح میں ذکر کیا ہے **قال علی بن المدنی عن سفیان ان بشر بن مروان قطع عرقوبیہ** . یعنی سفیان نے ذکر کیا ہے کہ بشر بن مروان نے عمار ذہبی کے ٹانچے کاٹ ڈالے تھے جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو کہا شیعی ہونے کی وجہ سے اور سعد بن عبدالحمید کی جرح میں ذکر کیا ہے۔ **فقد تکلم فیہ الثوری** یعنی ثوری نے ان میں گفتگو کی ہے۔ مورخ نے عمار ذہبی کی جرح میں فقط سفیان کا لفظ ذکر کیا ہے اور ثوری کا لفظ چھوڑ دیا ہے اور سعد بن عبدالحمید کی جرح میں ثوری کا لفظ لکھا ہے اور سفیان کا لفظ چھوڑ دیا ہے۔ اگر ان راویوں سے سفیان ثوری مراد ہے تو ان کی جرح حسب تصریح مورخ غیر معتبر ہونی چاہئے۔ اس وجہ سے کہ مورخ نے اس حدیث کے اسناد میں ابن ماجہ نے تخریج کی ہے سفیان ثوری پر مدلس ہونے کی جرح کی ہے جب سفیان ثوری خود ہی مجروح ہیں ان کی مذکورہ جرحیں جن کو مورخ نے ذکر کیا ہے کس طرح معتبر ہوں گی اور اگر سفیان اور ثوری سے سفیان ثوری مراد نہیں ہیں بلکہ دوسرے دو شخص مراد ہیں تو سفیان کو ان کے مشہور نام یا کنیت یا مقام یا قبیلہ کے ساتھ ذکر کرنا مورخ کا فریضہ تھا جو مورخ سے ترک ہوگیا۔ مورخ کی اس قسم کی ذاتی جرحیں اولاً اس وجہ سے غیر معتبر ہیں کہ وہ محدث نہیں ثانیاً اس وجہ سے غیر معتبر ہیں کہ تحریر جرح قابل وثوق نہیں چنانچہ اس کا بیان کیا گیا۔ ابن عدی کی یہ جرح کہ عبدالرزاق شیعہ تھے قابل التفات نہیں ہے فضائل کی حدیثوں کا عبد الرزاق سے مروی ہونا اور دوسروں سے ان کا مروی نہ ہونا جرح نہیں ہے۔ تا آنکہ عبدالرزاق کی نسبت یہ ثابت نہ کیا جائے کہ یہ وضاع حدیث تھے۔ مورخ کی یہ جرح کہ عبدالرزاق احادیث میں خلط ملط کرتے ہیں چونکہ مورخ نے اس جرح کو کسی مورث حافظ کی طرف منسوب نہیں کیا ہے اور اس تنقید کی مرتبت اس کو حاصل نہیں ہے لہذا قابل جواب نہیں ہے۔

بیسویں حدیث ۔ ابن ماجہ نے طریق بان لہیعہ سے روایت کی ہے **عن عبد اللہ ابن الحارث بن جزء قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج ناس من المشرق فیوطؤن للمھدی یعنی سلطانہ** . مورخ کہتا ہے کہ طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ ابن لہیعہ اس

روایت میں منفرد ہے اور مورخ کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن لہیعہ کی حدیث کی نسبت جس کی تخریج طبرانی نے حضرت علیؓ سے کی ہے یہ گفتگو کی ہے کہ وہ ضعیف ہیں ان کے شیخ جو عمر بن جابر ہیں ان سے زیادہ ضعیف۔

راقم کہتا ہے کہ عمر بن جابر کو صرف ضعیف کہدینا جرح مبہم ہے اور چونکہ یہ مورخ کی رائے ہے لہذا یہ جرح غیر معتبر ہے۔ عبداللہ بن لہیعہ کی تعدیل میں سابقاً ہم نے تقریر کی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اکیسویں حدیث ۔بزار نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ابی ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ **عن ابی هریرة عن النبی** ﷺ **قال یکون فی امتی المهدی ان قصر فسبع و الافثمان و الا فتسع . تنعم فیها امتی نعمة لم ینعموا مثلها ترسل السماء علیهم مدراراً لا تدخر الارض شیئاً من النبات و المال کد وس یقوم الرجل یقول یا مهدی اعطنی فیقول خذ**۔ مورخ کہتا ہے کہ طبرانی اور بزار نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن مروان العجلی منفرد ہے اور بزار نے اس روایت پر یہ زیادہ کیا ہے۔ **و لا نعلم انه تابعه علیه احد** ۔ مورخ کہتا ہے کہ ابوزرعہ نے محمد بن مروان العجلی پر جرح کی ہے اور لفظ جرح یہ ہے۔ **لیس عندی بذالک** ۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ میں اور محمد بن مروان العجلی حدیث کی روایت کرتے ہیں حاضر رہتا تھا مگر ان کی حدیثیں نہیں لکھتا تھا۔ اور عبداللہ بن احمد بن حنبل نے یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے ان سے روایت کی ہے۔ مورخ کہتا ہے کہ ابوداؤد ابن حبان محمد بن مروان العجلی کی توثیق کی ہے۔ یحیٰی بن معین نے محمد بن مروان العجلی کو صالح کہا ہے اور کبھی یہ بھی کہا کہ **لیس به باس**

راقم کہتا ہے کہ ابو زرعہ نے جو **لیس عندی بذالک** کہا ہے دراصل یہ ان کی رائے ہے عبداللہ بن احمد بن حنبل کا محمد بن مروان سے روایت نہ کرنا جرح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جو حدیثیں محمد بن مروان لکھاتے ہوں وہ عبداللہ بن احمد کے پاس موجود ہوں اور یہ حدیثیں ان کو محمد بن مروان کے شیوخ سے ملی ہوں اس صورت میں عبداللہ بن احمد کو محمد بن

مروان سے روایت کرنے کی ضرورت نہیں تھی ۔ اس صورت میں مورخ کا یہ کہنا کانّہ ضعفه لغو ہے جب ابوداؤد وابن حبان ویحیٰ بن معین نے محمد بن مروان العجلی کی توثیق کی ہے اور عبداللہ بن احمد بن حنبل کے معاصرین اوران کے اصحاب نے ان سے روایت کی ہےتو پھران کے ثقہ ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

بائیسویں حدیث۔ ابویعلی الموصلی نے اپنی مسند میں ابی ہریرہؓ سے روایت کی ہے **عن ابی هريرة قال حدثنی خليل ابو القاسم ﷺ قال لا تقوم الساعة حتی يخرج عليهم رجل من اهل بيتی فيضربهم حتی يرجو ا الی الحق قال قلت وكم يملك قال خمساً و اثنين قال قلت ما خمس و اثنين قال لا ادری** ۔مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کے اسناد میں بشر بن نہیک ہے ابوحاتم نے کہا ہے کہ اس سے حجت نہیں کی جاتی اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے روایت کی اور دیگر ائمہ نے بھی اس کی توثیق کی ہے اورابوحاتم کےقول کی طرف التفات نہیں کیا۔مورخ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں رجاء ابن رجاء یشکری ہے اس میں محدثین نے اختلاف کیا ہے یحیٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا ہےاورابوداؤد نے بھی اس کوضعیف کہا ہےاورکبھی صالح بھی۔

راقم کہتا ہے کہ یحیٰ بن معین کی جرح مبہم ہے کیونکہ وجہ نہیں بیان کی لہذا غیرمعتبر ہے اوراسی طرح جرح ابوداؤدبھی غرض ہردو غیرمعتبر ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ ابوزرعہ نے جو شیخ بخاری ہیں ابو رجاء بن ابورجاء کی توثیق کی ہے اورخود امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اس سے روایت کی ہے ایسے زبردست ائمہ حدیث کی تعدیل کے بعداس راوی میں کوئی بحث نہیں رہی۔

تیئسویں حدیث۔ ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں اورطبرانی نے معجم کبیراوراوسط میں قرة بن ایاس سے روایت کی ہے۔**عن قرة بن اياس قال قال رسول الله ﷺ لتملان الارض جوراً وظلماً فاذا ملئت جوراً وظلماً بعث الله رجلا من امتی اسمه اسمی و اسم ابيه اسم ابی يملوها عدلاً وقسطا كما ملئت جوراً و ظلما فلا**

تمنع من قطرها شيئاً والا الارض شيئاً من نباتها يلبث فيكم سبعا اوثمانياً وتسعاً يعنى سنين ۔مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کے اسناد میں داؤد بن المحبی بن مجرم ہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ مورخ نے ان کے ضعف کو کسی امام حدیث کے قول سے نقل نہیں کیا ہے اور خود ہی کہا کہ یہ دونوں راوی ضعیف ہیں چونکہ یہ جرح مبہم ہے کیونکہ سبب ضعف اس میں بیان نہیں کیا ہے علاوہ اس کے مورخ کو حدیث میں یہ مرتبہ نہیں ہے کہ وہ خود کسی حدیث کو ضعیف کہدے لہذا یہ جرح غیر معتبر ہے۔

چوبیسویں حدیث۔ طبرانی نے معجم اوسط میں ابن عمر سے روایت کی ہے۔ **عن ابن عمرؓ قال كان رسول الله فى نفر من المهاجرين والانصار فاغلظ الانصارى للعباس فاخذ النبى ﷺ بيد العباس وبيد علىؓ وقال سيخرج من صلب هذا حتىٰ يملأ الارض قسطاً وعدلا فاذارايتم ذالک فعليكم بالفتى التميمى فانه يقبل من قبل المشرق وهو صاحب راية المهدى** ۔مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عمر العمی اور عبداللہ بن لہیعہ ہیں اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ وجہ ضعف چونکہ مذکور نہیں جرح غیر معتبر ہے اور اس وجہ سے بھی کہ خود مورخ نے جرح ذکر کیا ہے اور کسی امام حدیث کی طرف اس کو منسوب نہیں کیا ہے۔

پچیسویں حدیث ۔ طبرانی نے معجم اوسط میں طلحہ بن عبداللہ سے روایت کی ہے **عن طلحة بن عبدالله عن النبى ﷺ قال ستكون فتنه لا يسكن منها جانب الاتشاجر جانب حتىٰ ينادى منادى من السماء ان امير كم فلاں** ۔مورخ کہتا ہے کہ اس حدیث کی سند میں مثنی ابن الصباح ہے جو ضعیف ہیں اور اس حدیث میں مہدی کا نام بھی صراحتہً مذکور نہیں ہے مگر محدثین نے ابواب مہدی میں اس حدیث کو بھی لکھا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ یہ جرح مبہم ہے اور مورخ نے کی ہے لہذا غیر مقبول ہے واضح ہو کہ محدثین کے پاس امیر کم سے مہدی علیہ السلام کی ذات مراد ہے ورنہ محدثین ابواب مہدی علیہ

الصلوٰۃ والسلام میں اس حدیث کوذکر نہ کرتے۔

چھبیسویں حدیث۔ مورخ کہتا ہے کہ جن لوگوں نے وجوہ مہدی علیہ السلام کا انکار کیا ہے محمد بن خالد الجندی کی حدیث سے جوانس بن مالکؓ سے روایت کی ہے استدلال کیا ہے۔ **روی الخالدالجندی عن ابان بن صالح بن ابی عیاش عن حسن البصری عن انس مالک عن النبی** ﷺ **انه قال لا مهدی الا عیسیٰ**۔ مورخ کہتا ہے کہ یحییٰ بن معین نے خالد الجندی کو ثقہ کہا ہے اور بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ خالد اس روایت میں منفرد ہے۔ اور حاکم نے یوں بیان کیا ہے کہ مجہول ہے اس کی اسناد میں بھی اختلاف ہے یہ کہ کبھی ابان بن صالح سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کبھی محمد بن ادریس الشافعی سے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ ابان سے اسکی روایت مجہول ہے اور ابان کی روایت حسن سے متروک ہے۔ اور نیز اس اسناد میں چونکہ حسن نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے یہ حدیث مرسل بھی ہے غرض یہ حدیث ضعیف ہے۔

راقم کہتا ہے کہ ابن ماجہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے صاحب عقد الدرر کہتے ہیں کہ نسائی نے اس روایت کو منکر کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ ورایتہً بھی یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ خالد اس روایت میں متفرد ہے ان احادیث سے متعارض ہے جن سے مہدیؑ کی مجی کا تواتر ثابت ہوا ہے جب حدیث غریب حدیث متواتر سے متعارض ہوتی ہے تو ضعیف ومضمحل ہوجاتی ہے لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ومضمحل ہے۔

فصل (۱۰): مورخ نے ان احادیث کو لکھنے کے بعد ذکر کیا ہے **فهذه جملة الاحادیث التی خرجها الائمه فی شان المهدی وخروجه فی آخر الزمان وهی کما رایت لم یخلص منها من النقد الاالقلیل والاقل منه**۔ یعنی یہ وہ سب حدیثیں جن کی شان مہدیؑ میں ائمہ حدیث نے تخریج کی ہے اوران احادیث کی تنقید کے بعد ان میں سے قلیل واقل ایسی حدیثیں رہ جاتی ہیں جو صحیح ہیں۔

راقم کہتا ہے کہ مورخ کا یہ قول دو باتوں پر مبنی ہے۔ پہلی یہ کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور دوسری یہ کہ ہر حدیث کے رواۃ میں عدالت کی شرط ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں چنانچہ فصول سابقہ میں ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ مورخ نے اس مسئلہ میں

محد ثانہ اصول سے نظر نہیں ڈالی بلکہ وہریانہ نظر ڈالی ہے اسی وجہ سے اس نے اصول محد ثین کے خلاف اس مسئلہ میں رائے زنی کی ہے ہماری رائے میں مورخ نے چند امور میں غور نہیں کیا۔

پہلا یہ کہ مورخ نے خبر متواتر کے مخبرین میں جرح وتعدیل کے ساتھ نظر ڈالی۔

دوسرا یہ کہ مطلقاً ہر جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھا ہے حالانکہ ائمہ محدثین نے یہ تصریح کی ہے کہ جارح عادل اور اس کی جرح مبیّن ومفسر ہونی چاہئے۔

تیسرا یہ کہ اختلاف عقائد کی وجہ سے جو جرحیں کی جاتی ہیں مورخ نے ان کو معتبر رکھا ہے حالانکہ جمہور ائمہ کے پاس یہ جرحیں معتبر نہیں ہیں۔

چوتھا یہ کہ جس مجروح کی تعدیل دو مشہور اماموں سے ہوگئی ہے محد ثین کے پاس اسکی روایت معتبر ہوتی ہے مگر مورخ کے پاس یہ امر مسلم نہیں ہے کیونکہ مورخ نے کسی راوی کے جارحین کو ذکر کرنے کے بعد دو یا دو سے زائد اشخاص کا جو ائمہ حدیث ہیں اور اس کے معدل ذکر کرتا ہے مگر ان کی تعدیل کو ہیچ و پوچ خیال کرتا ہے اور ائمہ کی تعدیل وتوثیق کے بعد بھی اس کے پاس وہ راوی مجروح ہی رہتا ہے۔

پانچواں امر یہ ہے کہ جب کوئی ضعیف روایت قوی روایت سے موثق ہو جاتی ہے تو محد ثین کے پاس وہ روایت بھی قوی ہو جاتی ہے مگر مورخ اس کو ضعیف ہی سمجھتا ہے۔

وجوہ مذکورہ کے اعتبار کرنے سے اکثر حدیثیں مورخ کی رائے میں مجروح ہوگئیں حالانکہ وہ جمہور محد ثین کی رائے میں مجروح نہیں ہیں حق تو یہ بات ہے کہ مورخ نے اس مسئلہ میں دیانت سے کام نہیں لیا ہے اور ایسی بحث کی ہے جسطرح ایک مدعی اور منکر بحث کرتا ہے اگر ذرا سی دیانت پر بھی عمل کرتا تو یہ نہ کہتا۔ **لم يخلص منها من الثقات الاالقليل و الاقل منه**۔ بلکہ یہ کہتا کہ ائمہ حدیث کی تنقیدی اصول کے اعتبار سے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجی کی اکثر حدیثیں صحیح ہیں۔

واضح ہو کہ مورخ نے چھبیسویں حدیث کے بعد یہ بیان کر کے **فهذه جملة الا[illegible] التى خرجها الائمه فى شان المهدى** احادیث مہدی علیہ السلام کی بحث کو ختم کردی [illegible] کے بعد متصوفین کی طرز پر کچھ گفتگو کی ہے اور ابن ابی واصل وشیخ اکبر ابن

العربی الحاتمی کی کتابوں کے جزئی امور بیان کئے ہیں۔ اس تقریر میں ذکر کیا ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے بیان کیا ہے **وھذا الامام المنتظر ھو من اھل البیت من ولد فاطمۃ** ؓ **وظھورہ یکون من بعد مضی خ ف ج من الھجوۃ** یعنی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل بیت اولاد فاطمہ ؓ سے ہیں اور آپ کا ظہور خ ف ج کے بعد یعنی ہجرت سے ۶۸۳ سال گذرنے کے بعد ہوگا اس پر مورخ کو اعتراض ہے کہ اس وقت جو آٹھویں صدی ہے امام منتظر کا ظہور نہوا۔

راقم کہتا ہے کہ شیخ نے یہ نہیں بیان کیا کہ ۶۸۳ھ کے گزرنے کے ساتھ ہی مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہو جائے گا۔ بلکہ شیخ کا یہ منشاء ہے کہ اس مدت کے اندر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور نہ ہوگا اس صورت میں مورخ کا اعتراض محض بیکار ہے۔

مخفی نہ رہے کہ شیخ اکبر ایک ایسے زبردست علامہ ہیں جن کی نظیر علماء اسلام میں ملنا دشوار ہے عقلیات میں امام نقلیات میں مجتہد علوم مغیبہ میں ایک عظیم الشان محقق ہیں۔ ان کے اکثر مسائل کشفی وشہودی ہیں مگر ان پر اکثر جگہ برہان بھی پیش کرتے ہیں۔ کشف مغیبات میں ان کو ید طولیٰ ہے علم الحروف اور زایرچۂ عالم میں انہیں خاص بصیرت ہے۔ کتاب فتوحات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم الحروف اور دیگر علوم مغیبہ میں بڑا تبحر تھا ان حروف کو جو انتخاب کیا گیا ہے ان میں ممکن ہے کہ ایک خاص راز ہو جس پر علماء رسمی کو اطلاع نہ ہوئی ہو اور ماہرین علوم مغیبہ کی یہ عادت بھی ہے کہ اخبار مغیبہ کو کھلے ہوئے اور صاف لفظوں میں نہیں بیان کرتے بلکہ رمزو اشارات میں بیان کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان حروف کی بھی وہی حالت ہو۔

شیخ اکبر کا یہ بیان تو ضرور کشفی ہے کہ ۶۸۳ھ کے اندر ظہور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوگا شیخ اکبر نے یہ نہیں بتایا کہ کس سنہ میں آپ کا ظہور فائض النور ہوگا مگر اتنا کیا کہ ۶۸۳ھ کو حروف ج ف خ میں لکھا۔ ان حروف کے اگر مسمیات مراد لئے جائیں تو یہ ہوں گے الجیم۔ الفا الخا۔ اس تقدیر پر عبارت مذکورہ یہ ہوگی بعد مضیٰ خ ف ج من الھجرۃ وھی الخا۔ الفا۔ الجیم اس جملہ کے یہ اعداد ہوں گے وھی الخا ۶۳۲ الفا = ۱۱۲ + الجیم = ۸۴ = ۸۴۹ ہوئے ان مسمیات کے اعداد ۸۴۹ حاصل ہوگئے ان اعداد سے شیخ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ولادت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ۸۴۹ھ میں ہوگی غور کرنے کے بعد یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے

ان ہی حروف یعنی ج۔ف۔خ سے تاریخ وفات مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی خبر دی ہے اس تاریخ کے نکالنے کا اس طرح عمل کیا جائے یعنی ان حروف کے اعداد یعنی ۶۸۳ کو ۴ میں ضرب دیا جائے اور حاصل ضرب کو ۳ پر تقسیم کیا جائے اسکی یہ صورت ہے ۶۸۳ × ۴ = ۲۷۳۲ ÷ ۳ = ۹۱۰ خارج قسمت ہوئے معلوم ہوتا کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سنہ وفات ۹۱۰ ہوگا ۔ حاصل تقریر یہ ہے کہ سنہ ولادت کے نکالنے میں مسمیات کے جملہ مذکورہ یعنی وہی الخا۔ الفا۔ الجیم کے اعداد نکالے جائیں اورسن وفات کے نکالنے کے لئے عمل مذکور کریں جو امور مغیبہ کے اعداد مبہمہ کو جاننے کے لئے اکثر کیا جاتا ہے۔اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اکبر کے خیال میں مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۶۲ برس کی ہے مگر ہمارے پاس ثابت ہے کہ آپ کا سن ولادت ۸۴۷ ہے اورسن وفات وہی ہے جو شیخ اکبر نے بتایا ہے یعنی (۹۱۰) شیخ کے کشف اور وقوع ولادت امام میں صرف ایک برس کا فرق ہے اورسن وفات بالکل مطابق واقع ہے۔

شیخ کے کشف۔ اور روشندلی کا کیا کہنا سبحان اللہ شیخ اپنے کشف سے امور مستقبلہ کی اس طرح خبر دیتے ہیں جیسا امور ماضیہ کی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب.

مورخ نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اگر چہ ہر ایک علم وفن کے عنوان قائم کر کے انکے مبادی ومقدمات ذکر کئے ہیں اور اسی طرح مغیبہ مثلاً علم الحروف وزایرچہ عالم کے مبادی میں بھی سنی سنائی بحث کی ہے جس سے اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ مورخ کو ان علوم میں دخل نہیں ہے اسی وجہ سے مورخ سے ان حروف سے مطلب حل نہ ہوسکا جن میں شیخ اکبر نے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئی کی ہے۔ باوجود اس کے مورخ کو یہ خیال ہے کہ جو بات اس کے سمجھ میں نہیں آتی وہ مہمل اور غلط ہے حالانکہ اس کی صحت پر دلائل قائم ہیں۔غرض مورخ کے تحریرات میں اسطرح کی باتیں موجود ہیں یہاں ہم کو ان کا گنانا مقصود نہیں اصل مقصد پر ہماری بحث پوری ہو چکی ہے لہذا اس تحریر کو ختم کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کی جناب میں یہ عرض ہے کہ میری محنت کو جو خالصاً لوجہ اللہ ہے ذخیرۂ آخرت فرمائے اور اس ہیچمدان سراپا عصیان کو اپنے جوار عفو ورحمت میں جگہ دے آمین۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

ضمیمہ

اصطلاحات حدیث

۱۔	حدیث	وہ قول وفعل وتقریر وحال جس کی نسبت حضورؐ کی طرف کی جاتی ہے
۲۔	حدیث قدسی	وہ حدیث جو حضورؐ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کر کے منقول ہو
۳۔	محدث	وہ عالم جو علم حدیث اور اکثر روایات اور ان کے راویوں کے احوال سے واقف ہو۔
۴۔	حافظ	حافظ کا درجہ محدث سے قدرے بلند ہے ۔اسے محدثین کے ہر طبقہ کے افراد کی بابت معلومات ہوتے ہیں ۔
۵۔	حاکم	وہ محدث جس کی احادیث سے واقفیت اتنی جامع ہو کہ شاید ہی کچھ حصہ اس کی معلومات سے باہر ہو۔
۶۔	راوی	حدیث کو نقل کرنے والا ۔سند حدیث میں آنے والا ہر فرد ''راوی'' کہلاتا ہے اور مجموعہ ''سند'' کہلاتا ہے۔
۷۔	سند	ناقلین حدیث وخبر کے ناموں پر مشتمل حصہ۔
۸۔	متن	سند کے بعد کا حصہ کلام یعنی اصل مضمون
۹۔	خبر	اسکی اصطلاحی تعریف میں تین اقوال ہیں (ا) خبر بالکل حدیث کے ہم معنی لفظ ہے۔ (ب) خبر کا مفہوم حدیث کے بالکل برعکس ہے یعنی حدیث وہ کلام ہے جو حضورؐ سے منقول ہو اور خبر وہ کلام ہے جو حضورؐ کے سوا کسی اور سے منقول ہو (ج) ''خبر'' حدیث سے زیادہ عام لفظ ہے یعنی حدیث اس کلام کو کہتے ہیں جو حضورؐ سے منقول ہو اور خبر وہ کلام ہے جو حضورؐ یا کسی بھی شخص سے منقول ہو

۱۰	خبر واحد	وہ خبر ہے جو خبر متواتر کی شرطوں پر پوری نہ اترے اور خبر کی روایت کے سلسلوں کی تعداد متعین ہو۔
۱۱	خبر متواتر	اس حدیث کو کہتے ہیں جسے ہر دور میں اتنی بڑی تعداد نے روایت کیا ہو جس کا کذب بیانی پر متفق ہونا محال نظر آتا ہو۔
۱۲	صحیح / صحیح لذاتہ	وہ حدیث جو واسطہ در واسطہ اخیر تک عادل وضابط رواۃ کے ذریعہ مروی ہو اور ہر قسم کے شذوذ وعلت سے پاک ہو۔ اصحاب حدیث، اہل اصول اور فقہا کے نزدیک ایسی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔
۱۳	حسن / حسن لذاتہ	وہ حدیث جو واسطہ در واسطہ اخیر تک ہر قسم کے شذوذ وعلت کے بغیر متصلاً ایسے عادل رواۃ سے مروی ہو جن کا ضبط کچھ کمزور ہو۔ یہ قوت میں صحیح سے کمتر لیکن شرعاً حجت و دلیل ہونے میں صحیح کی مانند ہے۔
۱۴	ضبط	سننے کے وقت سے لے کر دوسروں کے سامنے بیان کرنے تک حدیث کو پورے طور پر محفوظ رکھنا
۱۵	مرفوع	وہ حدیث جو حضورؐ کی طرف منسوب ہو خواہ حضورؐ کا قول وفعل وحال وتقریر ہو
۱۶	موقوف	وہ حدیث جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول وفعل ہو یا تقریر۔
۱۷	مجہول	راوی کی ذات اور اس کے ذاتی حالات سے عدم واقفیت کو ''الجہالۃ بالراوی'' کہتے ہیں اور وہ شخص جس کی ذات وصفات سے واقفیت نہ ہو اسے مجہول کہتے ہیں۔
۱۸	عدالت	اس سے مراد راوی کا عاقل، بالغ، مسلمان ہونا، فسق وفجور سے محفوظ ہونا اور پاکباز متقی ہونا ہے۔
۱۹	ضعیف	وہ حدیث جس میں ''حسن'' کے شرائط نہ پائے جائیں۔
۲۰	مدلّس	وہ حدیث جس کی سند کے عیب کو چھپا کر بظاہر سنوار کر پیش کیا جائے۔

۲۱	مدلّس الاسناد	وہ حدیث جسے راوی اپنے استاد سے سنے بغیر اس کی طرف نسبت کر کے ایسے الفاظ سے نقل کرے کہ جن سے براہ راست سننے کا گمان ہو۔
۲۲	مدلّس الشیوخ	وہ حدیث جسے راوی اپنے استاذ سے نقل کرتے ہوئے اس کے لئے کوئی غیر معروف نام' لقب' کنیت یا نسبت ذکر کرے تاکہ اسے پہچانا نہ جاسکے۔
۲۳	موضوع	وہ مضمون جس کی بصورت حدیث حضورؐ کی طرف جھوٹی نسبت کی جائے۔ یعنی وضع کردہ یا گھڑی ہوئی حدیث
۲۴	طعن	راوی میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی عدالت یعنی دین و کردار اور ضبط وحفظ کے حق میں کلام کیا جائے اور کسی وجہ سے ان کو مجروح قرار دیا جائے
۲۵	تخریج	حدیث کے اصل ماخذ اور اس کے مرتبہ کی تحقیق کرنا اور بیان کرنا
۲۶	منکر	وہ حدیث جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جو اغلاط کی زیادتی یا غفلت کی شدت یا فسق کے ساتھ متصف ہو۔
۲۷	مضطرب	وہ حدیث جو مختلف طرق سے مروی ہو اور سب طرق قوت و مرتبہ میں مساوی ہوں اس کیفیت کو ''اضطراب'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ یکساں درجہ کے طرق کی وجہ سے کسی ایک طریق کو دوسرے طرق پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو
۲۸	جرح وتعدیل	راوی کے اندر شرائط مقبولیت کے وجود یا عدم وجود کے بیان کو ''جرح و تعدیل'' کہتے ہیں
۲۹	جرح	راوی کی عدالت یا ضبط پر ایسی تنقید جس سے اس کی حیثیت داغدار و مجروح ہو
۳۰	تعدیل	راوی کے اندر عدالت وضبط کے وجود کا بیان
۳۱	ثقہ	وہ راوی جو عادل و ضابط ہو
۳۲	صحیحین	صحیح بخاری و مسلم

ماخذ : علوم الحدیث از محمد عبید اللہ الأسعدی واصطلاحات حدیث از ڈاکٹر محمود الطحان

تاریخ وفات ائمہ حدیث ورواۃ

مشہور نام	نام وولدیت	وفات
۱۔امام ابوحنیفہؒ	نعمان بن ثابت	۱۵۰ھ
۲۔امام مالکؒ	مالک بن انس	۱۷۹ھ
۳۔امام شافعیؒ	محمد بن ادریس	۲۰۴ھ
۴۔امام احمد بن حنبلؒ	احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۵۔امام بخاریؒ	محمد بن اسمٰعیل	۲۵۶ھ
۶۔امام مسلمؒ	مسلم بن حجاج	۲۶۱ھ
۷۔امام ابوداؤدؒ	سلیمان بن اشعث	۲۷۵ھ
۸۔امام ترمذی	محمد بن عیسیٰ	۲۷۹ھ
۹۔امام نسائی	احمد بن شعیب	۳۰۳ھ
۱۰۔ابن ماجہ	محمد بن یزید	۲۷۳ھ
۱۱۔ابن مسعود	عبداللہ	۳۲ھ
۱۲۔ابن عباس	عبداللہ	۶۸ھ
۱۳۔ابن حبان	ابی حاتم محمد	۳۵۴ھ
۱۴۔ابن عدی		۳۶۵ھ
۱۵۔ابن عبدالبر	محمد یوسف	۴۶۲ھ
۱۶۔ابن ابی ذئب	محمد بن عبدالرحمٰن	۱۵۸ھ
۱۷۔ابن الہمام		۸۶۱ھ
۱۸۔ابن حجر عسقلانی		۸۵۲ھ
۱۹۔ابن حجر الہیثمی		۹۷۴ھ
۲۰۔ابن ابی حاتم		۳۲۷ھ
۲۱۔ابوبکر الباقلانی	محمد بن الطیب	۴۰۳ھ
۲۲۔ابومسعود دمشقی	حافظ ابراہیم بن محمد	۴۰۰ھ
۲۳۔ابوہریرہؓ	عبدالرحمٰن بن صخر	۵۹ھ
۲۴۔ابویعلی الموصلی	احمد بن علی التمیمی	۳۰۷ھ
۲۵۔اُم حبیبہؓ	رملہ بنت ابی سفیان	۴۴ھ
۲۶۔ابوبکر بزار		۲۹۲ھ
۲۷۔امام عقیلی		۳۲۳ھ
۲۸۔آمدی	سیف الدین	۶۳۱ھ
۲۹۔ابن عربیؒ	محی الدین	۶۳۸ھ
۳۰۔احمد بن عبداللہ عجلی		۲۶۱ھ
۳۱۔دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر	۳۸۵ھ
۳۲۔جلال الدین سیوطی		۹۱۱ھ
۳۳۔نووی	محی الدین یحییٰ	۶۷۶ھ
۳۴۔سفیان ثوری		۱۶۱ھ
۳۵۔بیہقی	ابوبکر احمد بن حسین	۴۵۸ھ
۳۶۔طبری	محمد بن جریر	۳۱۰ھ
۳۷۔جرجانی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵ھ
۳۸۔حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبہانی		۴۳۰ھ